ISSN 2320-8600

جولائی - اگست - ستمبر 2020

یوم ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پُرمسرت موقع پر
ادارہ ''المجیب'' عالم اسلام کو تہنیت وتبریک پیش کرتا ہے۔

سہ ماہی مجلہ

المجیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر

ڈاکٹر شاہ فتح اللہ قادری

دارالاشاعت کی فخریہ پیشکش

دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ اپنے سن قیام سے لے کر آج تک بحمدہ تعالیٰ علمی وتحقیقی حلقے میں اپنی گراں قدر تصانیف وتخلیقات فراہم کرتا آرہا ہے جو ہمیشہ علم وادب کے میدان میں استناد کا درجہ رکھتی ہیں۔

خلافت وملوکیت جیسے نازک موضوع، خلافت راشدہ کی اہمیت، اس کی شرائط وقیود اور امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی سیرت وشخصیت پر جناب حضور الحاج مولانا سید شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی زیب سجادہ خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف کی شاہکار تصنیف :

خلافت وملوکیت اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ

ان شاء اللہ بہت جلد دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ سے کسوت طباعت سے مرصع ومزین ہوکر منظر عام پر آرہی ہے۔

یہ کتاب اپنی نوعیت کا ایک منفرد تاریخی دستاویز ہے جو حضرت مؤلف مدظلہ کے عمیق مطالعہ، جگر کاوی ودیدہ ریزی اور حسن ترتیب کا بہترین گلدستہ اور اپنے موضوع پر جامع ومستند تاریخی حالات وواقعات کا بیش بہا مجموعہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اہل حق کا ترجمان اور امن وسلامتی کا پیامبر

سہ ماہی

المجیب

پھلواری شریف پٹنہ

دینی، علمی و ادبی مجلہ

ماہ : ذی القعدہ — صفر المظفر ۱۴۴۲ھ

ماہ : جولائی — ستمبر ۲۰۲۰ء

مدیر : ڈاکٹر شاہ فتح اللہ قادری

نائب مدیر : ظفر حسنین

جلد نمبر ۶۰ ✦ شمارہ نمبر ۳

زر تعاون

فی شمارہ	:	-/50 روپے
سالانہ	:	-/200 روپے
سادہ ڈاک	:	-/250 روپے
رجسٹری ڈاک	:	-/400 روپے
پاکستان و بنگلہ دیش	:	-/500 روپے
دیگر ممالک	:	-/25$ امریکی ڈالر

مجلس ادارت

مولانا شاہ بدر احمد مجیبی

مولانا محمد منہاج الدین مجیبی

پروفیسر حافظ فضل کبریا صدیقی

پروفیسر سید محمد اسد علی خورشید

محمد فصیح الدین عاصم قادری زینبی

سرکولیشن منیجر : محمد مقصود عالم مجیبی

مراسلت و ترسیل زر کا پتہ

رابطہ : +91-9006306098

ایڈیٹر

"المجیب" دار الاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ (بہار)

فون نمبر : E-mail : almujeebquarterly@gmail.com, (0612) 2555572, Telefax : 2555305

فہرست مضامین

• **لمعات**	ظفر حسنین	۳

مضامین و مقالات

• ثلاثیات امام بخاری	محمد شہزاد علی	۶
• فلیٹس کی خرید و فروخت شریعت کی روشنی میں	محمد رمضان علی فرقانی	۲۴
• مولانا شاہ امین عثمانی ندوی مرحوم خاندانی پس منظر	پروفیسر محسن عثمانی ندوی	۳۱
• مرا چون گذر بر عراق او فتاد (سفرنامۂ عراق)	پروفیسر سید محمد اسد علی خورشید	۳۸
• اڈیشہ (اُڑیسہ) کے چند بزرگان دین	ڈاکٹر سید شاہد اقبال	۵۴
• خواجہ حسن نظامی کی خاکہ نگاری	سید محمد نیر رضوی	۵۹
• منزل جاناں پہ تو پہنچا بہ صد مشکل سہی (چند دن......)	وارث ریاضی	۶۷

ادبیات

• قند پارسی	حضرت مولانا حافظ شاہ شہاب الدین ثاقب قادریؒ	۷۳
• نعت شریف	پروفیسر منیر فاروقی در بھنگویؒ	۷۵
• نعت پاک	وارث ریاضی	۸۱
• **کوائف و حالات**	ادارہ	۸۲

لمعات

● ظفر حسنین

عمدۃ المتوکلین حضرت مولانا شاہ ہلال احمد قادری پھلواری کا وصال ہوگیا۔ یہ ایک چھوٹی سی خبر یا عام طور پر پیش ہونے والا واقعہ معلوم ہوتا ہے۔ لیکن حقیقتاً ایسا نہیں ہے۔ ان کے وصال نے ہم سے، آپ سے، متوسلین خانقاہ مجیبیہ سے اور علم و ادب، شعر و سخن کی دنیا سے ایک ایسے جوہر کو چھین لیا ہے، جس کی کمی شاید کبھی پوری نہ ہو۔ حقیقت میں وہ ایک انجمن تھے، جس سے سب مستفیض ہوتے تھے۔ کیا اپنے کیا پرائے، کیا دوست اور کیا مخالف، سب اس پر متفق تھے کہ متبسم اور روشن چہرے والی یہ شخصیت اپنے اندر ایسی کشش رکھتی تھی کہ سب کو اپنا گرویدہ بنا لیتی تھی، خالص خانقاہی انداز میں ان کی پرورش اور نشوونما ہوئی تھی — اپنے لباس، اپنے رہن سہن، اپنے انداز گفتگو اور روزمرہ کے ہر عمل سے وہ ایک مکمل خانقاہی تھے۔ اپنے دادا حضرت مولانا سید شاہ نظام الدین قادری قدس سرہ کی گود میں پلے ہوئے اور اپنے عم محترم حضرت مولانا شاہ عون احمد قادری کے تربیت یافتہ، بچپن ہی سے یتیمی کا غم سہے ہوئے وہ ایک مکمل انسان کی شکل میں ابھرے اور جب ان پر علم و عمل، زہد و تقویٰ اور تصوف کی گرہیں کھلتی گئیں تو خانقاہ مجیبیہ کے لیے بلا شبہ نیر تاباں بن گئے۔ وہ خانقاہ مجیبیہ کے لیے ایک جز و لاینفک تھے، انہوں نے خانقاہ کے لیے نہ صرف اپنی خدمات پیش کیں، بلکہ خود کو خانقاہ کی ضرورت بنا لیا۔ وہ زیب سجادہ مدظلہ العالی کی سب سے بڑی طاقت اور ان کے دست راست تھے۔ ہر چھوٹے بڑے مواقع پر خانقاہ کی نظر ان کی طرف اٹھتی تھی، اور وہ سراپا ان ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے حاضر ہو جاتے تھے۔ میں نے زیب سجادہ مدظلہ العالی کو کبھی بھی اتنا پریشان اور گریاں نہیں دیکھا، جتنا ان کی وفات پر انہیں دیکھا۔ کیا یہ سب محض اس لیے کہ حضور مدظلہ العالی سے ان کی بہت قریبی رشتہ داریاں تھیں اور ان کے بغیر خانقاہ سونی سونی ہوگئی ہے؟ نہیں یہ سب نہیں۔ حقیقت میں زیب سجادہ مدظلہ العالی کی آنکھیں اس لیے خشک ہوگئی تھیں اور ان کے لب اس لیے تھرا رہے تھے کہ اب ان آنکھوں سے ان کا دیدار نہیں ہو سکے گا اور نہ ان ہاتھوں کا بوسہ لے سکیں گے جو انہیں بہت محبوب تھے۔

وہ خانقاہ مجیبیہ کے ہر شعبۂ زندگی سے وابستہ تھے۔ ہر تحریک ان کے دم سے تھی اور ہر شعبہ ان کا دست نگر تھا۔ وہ دارالعلوم مجیبیہ میں شیخ الحدیث تھے، حدیث کے بے مثال استاذ اور دارالعلوم کے نگراں اور خیر خواہ۔ دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ کے وہ نگراں تھے اور دارالاشاعت کے سارے کاموں پر ان کی گہری نظر رہتی تھی۔ یوں تو وہ المجیب ماہانہ یا سہ ماہی کسی سے براہ راست وابستہ نہیں تھے، لیکن دارالاشاعت کے ایک خادم کی حیثیت سے میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ سہ ماہی المجیب کا ہر شمارہ بغیر ان کی نظر سے گذرے شائع نہیں ہوتا تھا۔ محض ایک نظر ڈالتے اور ہر صفحے کی اچھائیوں اور برائیوں کو بھانپ لیتے، اگر کچھ پسند آجاتا تو بے ساختہ تعریف کرتے، جب بھی جہاں بھی موقع ملتا، اس سے نہیں چوکتے۔ المجیب کے ایک اداریے میں یہ شعر شامل تھا

ساحل نشیں جو تھا تو ڈراتی تھی تند موج
دریا میں جو میں اترا تو دریا اتر گیا

پڑھ کر بہت محظوظ ہوئے، بے ساختہ مسکرانے لگے، اتفاق سے خانقاہ کی گلی میں ہم سے ملاقات ہوگئی، اپنی بے ساختہ ہنستی کے ساتھ مجھ سے ملے اور کہا کہ یہ شعر ہماری نظر سے نہیں گذرا تھا۔ واہ! دریا میں جو میں اترا تو دریا اتر گیا۔ یہی ان کا انداز تھا، دل نشیں اور روح کی گہرائی میں اتر جانے والا۔ وہ بنیادی طور سے ایک متبحر عالم اور محقق تھے۔ علمی مباحثے میں کوئی بات یا کوئی جملہ ان کے منہ سے ایسا نہیں نکلتا جس کی اچھی طرح تحقیق و جستجو نہ کرلی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ جس موضوع پر بھی زبان کھولی یا قلم اٹھایا اسے زندہ جاوید بنا دیا۔ ان کے سارے مضامین اور ساری کتابیں اس کا ثبوت ہیں۔

ان کے وصال کی خبر سے ہزاروں کی تعداد میں موجود ان کے متوسلین اور عقیدت مند ششدر رہ گئے، کسی کو یقین نہیں آرہا تھا کہ ان کے ہلال بابو اب نہیں رہے، غور وفکر میں ڈوبی ان کی آنکھیں اور مسکراتا چہرہ اب دیکھنے کو نہیں ملے گا۔ جب عام لوگوں کا یہ حال ہے تو غور کیجئے اس خبر سے ان کی ضعیف اور بے حد خیال رکھنے والی والدہ ماجدہ کا کیا حال ہوا ہوگا؟ انہوں نے حد درجہ ضبط وتحمل سے اس خبر کو سنا اور راضی برضائے الٰہی کا پیکر بن گئیں۔ ان کی قوت برداشت اور صبر وتحمل قابل رشک ہے۔ کئی دنوں کے بعد چالیسویں کے فاتحہ کے دن بھی جب میں ان سے ملا تو وہ اخلاص ومحبت اور ضبط وتحمل کا وہی نمونہ تھیں جو ان کا خاصہ رہا ہے۔ کہنے لگیں آؤ بیٹھو ابھی بابو آئے گا، تمہارے آنے کی خبر سن کر بھاگم بھاگ وہ تم سے ملنے آتا تھا۔ آؤ بیٹھو وہ ضرور آئے گا، اسپتال جاتے وقت کہہ گیا ہے آپ میرا انتظار کیجیے، دوا کھاتی رہیے، انہی کے کہنے پر دیکھو میں دوا کھا رہی ہوں، وہ ضرور آئے گا میں انتظار کر رہی ہوں — وہ انتظار کر رہی ہیں، ضعیف العمر، بے چین اور بے بس ماں یہ جانتے ہوئے بھی کہ

اب وہ نہیں آئیں گے، ان کا انتظار کر رہی ہیں۔ہم سب بھی اس حقیقت کو جانتے ہیں کہ اب وہ نہیں آئیں گے، ان کا انتظار کر رہے ہیں۔وہ دنیا سے چلے گئے، جانا ہی تھا سب کو جانا ہے،لیکن ان کی یادیں، ان کا تصور اور ان کا ہنستا مسکراتا چہرہ کیا فراموش کیا جاسکے گا؟ وہ ماں کے لیے لخت جگر، نورنظر، دل کا سکون اور روشن چراغ تھے تو ہم سب کے لیے، اہل خانقاہ کے لیے بھی طاقت کا سرچشمہ تھے۔ہر مسئلے پر سینہ سپر ہو جانے والے، تیز ہواؤں میں بھی جلتے ایک چراغ کی مانند:

ہوا کے سامنے سینہ سپر تو رہتا ہے
مگر چراغ ہے بجھنے کا ڈر تو رہتا ہے

اور وہ چراغ بجھ گیا۔اپنے پیچھے لامتناہی اندھیرا چھوڑ کر۔اللہ رب العزت نے اتنی ہی عمر عطا کی تھی، محض ۶۳ رسال، جس کا بیشتر حصہ تحصیل علم اور تلاش و جستجو میں گزرا اور بقیہ خانقاہ کی خدمت، خانقاہی نظام اور اس کی روایات کے تحفظ میں صرف ہوا۔وہ خانقاہی روایات کے نہ صرف امین تھے بلکہ اس کے محافظ اور عملی جد و جہد کرنے والے بھی۔اللہ تعالیٰ ان کی خطاؤں کو درگذر کر کے انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے۔آمین۔

المجیب کے اس شمارے میں یہ سطور آئندہ شمارے کے لیے افتتاحی کلمات کے طور پر لکھی گئی ہیں۔تاکہ آپ کو اس کا علم ہو سکے کہ اہل خانقاہ اور المجیب سے وابستہ اراکین پر کیا گذری ہے۔ہم کوشش کریں گے کہ آئندہ شمارہ حضرت مولانا سید شاہ ہلال احمد قادری قدس سرہ کے شان شایان خراج عقیدت پر مبنی مضامین پر مشتمل اپنے وقت پر آپ کے ہاتھوں تک پہنچا دیا جائے۔حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تمام متوسلین اور عقیدت مند اور دوسرے تمام اہل علم حضرات سے گذارش ہے کہ اس کی طرف توجہ دیں اور اپنی نگارشات جلد سے جلد دفتر المجیب کو روانہ کر دیں۔حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے لیے یہی سچی خراج عقیدت اور ان کے مزاج سے میل کھاتی علم و ادب کی بہتر خدمت ہوگی۔

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

ثلاثیات امام بخاری

● محمد شہزاد علی ــــ متعلم دارالعلوم مجیبیہ خانقاہ پھلواری شریف

صحیح بخاری کا اصل نام ’’الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ ﷺ وسننه وایامه‘‘ ہے جو صحیح البخاری کے نام سے مشہور ومعروف ہے، یہ سواد اعظم اہل سنت والجماعت کے مکتبۂ فکر کی سب سے عظیم، نامور اور معتمد علیہ کتاب ہے جس کو امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ نے سولہ سال کے طویل عرصہ میں بڑی محنت وجانفشانی اور جدو جہد کے ساتھ تالیف کیا ہے اس کتاب کو انھوں نے چھ لاکھ احادیث سے انتخاب کر کے جمع کیا ہے اور یہ امام بخاریؒ کے اس قول سے بھی ظاہر ہوتا ہے:

’’خرجت الصحیح من ست ماۃ الف حدیث‘‘ ۔(تحفۃ القاری، شرح بخاری، ج:۱،ص:۴۲)

ترجمہ : میں نے صحیح بخاری کو چھ لاکھ احادیث سے انتخاب کر کے لکھا ہے۔

آپؒ نے اس کتاب کے ابواب کی ترتیب منبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور ریاض الجنہ میں بیٹھ کر فرمائی اور ان کی صحت کا بار بار بحسن وخوبی جائزہ لیا، سند اور متن حدیث کو جانچا اور پرکھا اسی بنا پر بخاری شریف کو ’’اصح الکتب بعد کتاب اللہ‘‘ کا درجہ دیا جاتا ہے، بخاری شریف خالص صحیح احادیث میں تحریر کی جانے والی اول کتاب ہے، یہی وجہ ہے کہ جو رفعت وعظمت اور شہرت ومقبولیت صحیح بخاری کو حاصل ہے وہ دیگر کتب حدیث کو نہیں ہے کیونکہ امام بخاریؒ نے تدوین حدیث میں جو کدوکاوش اور محنت ومشقت فرمائی وہ دوسرے ائمۂ حدیث نے نہیں فرمائی، مثلاً: آپؒ کسی حدیث کو نقل کرنے کا قصد فرماتے تو اولاً غسل کر کے دو رکعت نماز ادا کرتے پھر اس حدیث کو اس کتاب میں شامل کرنے کے متعلق اللہ رب العزت سے استخارہ فرماتے تب حدیث نقل کرتے۔

صحیح بخاری کے فضائل و برکات اور خصائص ومزایا کے کیا کہنے! امام ابو زید المروزی رحمۃ اللہ علیہ جو بہت بڑے فقیہ شافعی گزرے ہیں وہ فرماتے ہیں:

کنت نائما بین الرکن والمقام فرایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام فقال لی یا ابا زید الی متی تدرس کتاب الشافعی وما تدرس کتابی فقلت یا رسول اللہ وما کتابك؟ قال جامع محمد بن اسماعیل البخاری۔ (مقدمہ فتح الباری جلد اول صفحہ ۴۸۹)

ترجمہ : میں رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان سویا ہوا تھا، میں نے خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کی تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تم کب تک امام شافعی رحمہ اللہ کی کتاب کے درس وتدریس میں لگے رہو گے؟ اور میری کتاب کا درس وتدریس نہیں کرو گے؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ کی کتاب کون سی ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جامع محمد بن اسماعیل البخاری۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی طرف بخاری شریف کی نسبت کرنا اس بات کی وضاحت ہے کہ یہ نہایت صحیح جامع اور مستند کتاب ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کتاب فرمایا۔

ختم بخاری کی برکات :

علمائے کبار نے بارہا یہ تجربہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ جب کوئی مصیبت یا مشکل پیش آجائے اور اس مشکل کا دفاع اور حل کے لئے بخاری شریف کا ختم کیا جائے تو اللہ عزوجل اس مشکل کو آسان اور حل فرمادیتا ہے۔ اگر چہ طاعون کی وبا ہو یا قحط ہو اور یہ بھی آزمودہ ہے کہ جس کشتی میں بخاری شریف ہو وہ کشتی غرق ہونے سے محفوظ رہتی ہے اسی طرح شفائے مرض کے لئے اس کا پڑھنا بہت نافع ہے، الغرض اجابت دعا، حل مشکلات اور قضائے حاجات کے لیے ختم بخاری بہت ہی مفید و مجرب اور آزمودہ ہے۔

صحیح بخاری میں احادیث کی تعداد :

صحیح بخاری کی تعداد حدیث میں علما کے مابین اختلاف ہے۔ حافظ ابن حجرؒ کا بیان ہے کہ مکررات کو شامل کرتے ہوئے صحیح بخاری کی کل احادیث کی تعداد (۷۳۹۷) ہے اس میں معلقات اور متابعات اور موقوفات شمار نہیں کی گئیں اگر مکررات کو حذف کرلی جائیں تو متصل اور مرفوع احادیث کی تعداد (۲۵۱۳) ہے اس میں تعلیقات کی تعداد (۱۳۴۱) ہے جن میں سے (۱۵۹) تخریج نہیں کی گئیں۔ متابعات کی تعداد (۳۸۴) ہوتی ہے امام نوویؒ اور ابن الصلاحؒ نے فرمایا کہ تکرار کے بغیر بخاری شریف کی احادیث کی تعداد (۴۰۰۰) ہے۔ لیکن حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے خود ان کو شمار کیا ہے اور ان کی تعداد (۲۶۰۶) ہے اس طرح صحیح بخاری میں کتب کی تعداد (۹۷) ہے اور اس کے ابواب کی تعداد (۳۱۵۰) ہے۔۔۔ (توفیق الباری شرح بخاری جلد اول صفحہ ۵۲ ۔ ۵۳)

تراجم ابواب بخاری اور اس کی افادیت :

صحیح بخاری کی خصوصیات میں سے ایک اہم خصوصیت امام بخاری کے قائم فرمودہ عنوانات اور تراجم ابواب ہیں، عموماً محدثین کرام اپنی اپنی کتابوں میں بلحاظ مذاق ترجمۃ الباب منعقد کرتے ہیں امام مسلمؒ نے کسی ترجمۃ الباب کا انعقاد نہیں کیا ہے، ترمذی اور ابوداؤد کے تراجم بہت آسان ہیں ان میں سے نسائی شریف کا ترجمۃ الباب قدرے مشکل ہے لیکن امام بخاریؒ کا ترجمۃ الباب اپنی باریک بینی و دقت نظر کے لحاظ اور تدبر فقاہت کے اعتبار سے بہت معروف وممتاز ہے۔ اس کتاب کی اہم خصوصیات جس سے امام بخاری کی انفرادی شان اور امتیازی شوکت عیاں ہوتی ہے وہ اس کتاب کے تراجم ہیں ورنہ جس کے پاس چھ لاکھ احادیث کا ذخیرہ موجود ہو اس کے دس ہزار احادیث کے انتخاب میں سولہ سال کی ضرورت ہی کیوں درپیش ہوتی حقیقت یہ ہے کہ ان کے ترجمۃ الباب سب سے اعلی بالا اور نرالا ہے۔

امام بخاریؒ کے تراجم کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ جگہ جگہ موقع بموقع قرآن حکیم کی آیتیں بھی پیش فرماتے ہیں اور اقوال صحابہ و تابعین سے اپنے دعوی کو مدلل و مستحکم بھی کرتے ہیں، جس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ امام بخاری کا مقصد و مراد محض احادیث صحیحہ کو جمع کرنا ہی نہیں، بلکہ احادیث صحیحہ کے ساتھ قرآن کریم کی خدمت بھی مقصود ہے، اگر چہ اس کے لیے کتاب التفسیر مرقوم ہے لیکن ہر مضمون کے مناسب آیت اسی مقام پر اوقع فی النفس ہوتی ہے، امام بخاریؒ اکثر ترجمۃ الباب کے ساتھ یہ آیت کریمہ پیش فرماتے ہیں:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ۝۴۴ — (سورۃالنحل)

ترجمہ : ذکر سے قرآن اور تبیین سے حدیث اور تفکر سے استنباط مراد لیتے ہیں جس سے اس طرف اشارہ مقصود ہوتا ہے۔

جمیع العلم فی القرآن لکن : تقاصر عنہ افہام الرجال

ترجمہ : سارے علوم قرآن میں ہیں لیکن انسان کی فہم اس کے ادراک کرنے سے قاصر ومجبور ہے۔

یقیناً امام بخاریؒ نے ایسا بے مثال اور پر مطلب ترجمۃ الباب قائم کیا ہے کہ نہ ان سے قبل کسی نے ایسا ترجمۃ الباب قائم کیا اور نہ ان کے بعد کسی نے ان کی مکمل اتباع کی کوشش کی گویا اس دروازہ کے یہی فاتح بھی ہیں اور خاتم بھی کیونکہ دراصل محدثین کے نزدیک ترجمۃ الباب بمنزلہ دعوی کے ہوتا ہے اور پیش کردہ احادیث بمنزلہ دلیل کے ہوتی ہیں، اسی لحاظ سے فیصلہ کیا جاتا ہے کہ ترجمۃ الباب اور حدیث میں کیا مطابقت ہے لیکن امام بخاریؒ محدثین کے قاعدے کے مکلف نہیں ان کی مثال تو ایسی ہے۔

ہم پیروی قیس نہ فرہاد کریں گے
اک طرز جنوں اور ہی ایجاد کریں گے

امام بخاریؒ نے ترجمۃ الباب میں بہت سے علوم وفنون کو مہیا کر دیا ہے آپؒ کے اس ترجمۃ الباب سے کہیں حدیث کی تشریح یا توضیح مقصود ہوتی ہے تو کہیں اجمال کی تفصیل، کہیں دفع دخل مقدور ہوتا ہے تو کہیں کسی کی تردید، کہیں آیات وروایات میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے تو ترجمۃ الباب سے اس کو دفع کر دیتے ہیں اور اگر کوئی مسئلہ متحقق ومسلم الثبوت ہوتا ہے تو اس کو ترجمۃ الباب سے عیاں فرما دیتے ہیں اور اگر کسی مسئلہ میں امامؒ کو تشکک وتردد ہوتا ہے یا دلائل متعارض ہوتے ہیں تو قطعی حکم نہیں لگاتے اور مختلف روایات ذکر کر کے ہر ایک کے مستدل کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں پھر کبھی ترجمۃ الباب کی ہر روایت ترجمۃ الباب کے مطابق ہوتی ہے اور کبھی تمام روایات کے مجموعہ سے ترجمۃ الباب کا اثبات مقصود ہوتا ہے لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ حدیث کو ترجمۃ الباب کی مناسبت سے ذکر کرتے ہیں پھر دوسری حدیث ایسی لاتے ہیں جس کا ترجمۃ الباب سے بظاہر کوئی تعلق نہیں ہوتا بلکہ اس کا تعلق حدیث سابق سے ہوتا ہے۔

بہر حال تراجم بخاری کے متعلق محققین کی تحقیق یہی ہے کہ ہر روایت سے پورے ترجمۃ الباب کا ثابت ہونا ضروری نہیں بلکہ ہر روایت سے ترجمۃ الباب کے کسی جز کا ثابت ہونا کافی ووافی ہے البتہ مجموعہ سے مجموعہ کو ثابت ہونا چاہیے—(نصر الباری شرح بخاری جلد اول صفحہ:۱۵)

ثلاثیات صحیح بخاری :

اب ہم یہاں سے اصل مقصد کی طرف رجوع کرتے ہوئے ثلاثیات بخاری کی وہ تمام تر روایات جو ہم نے جمع کی ہیں، رقم کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس سے قبل چند اہم باتیں ملاحظہ فرمائیں:

امام بخاری کی سب سے اعلی سند والی حدیثیں تین واسطوں سے ہیں یعنی حضرت امام بخاری اور حضور اکرم ﷺ تک صرف تین واسطے ہیں، ایک تبع تابعی، دوسرا تابعی اور تیسرا واسطہ صحابی کا ہے، ان حدیثوں کو اصطلاح محدثین میں ثلاثیات کہا جاتا ہے اور یہ حدیث کی بہت ہی اعلیٰ نوع شمار کی جاتی ہیں، یہ کل بائیس (۲۲) احادیث ہیں اور یہ بائیس (۲۲) ثلاثیات بخاری پانچ رواۃ سے مروی ہیں (۱) مکی بن ابراہیم (المتوفی ۲۱۵ھ) (۲) امام ابو عاصم ضحاک بن مخلد النبیل (المتوفی ۲۱۲ھ) (۳) امام محمد بن عبد اللہ انصاری (المتوفی ۲۱۵ھ) (۴) امام خلاد بن یحی (المتوفی ۲۱۳ھ) (۵) عصام بن خالد (المتوفی ۲۱۱ھ)۔

ان پانچوں راویوں میں سے کن سے کتنی ثلاثیات مروی ہیں، اس کی تفصیل یہ ہے:

(۱) خلاد بن یحی سے ایک حدیث مبارکہ مروی ہے۔

(۲) عصام بن خالد سے بھی ایک حدیث مبارکہ مروی ہے۔

(۳) محمد بن عبد اللہ سے تین احادیث مبارکہ مروی ہیں۔

(۴) امام ابوعاصم ضحاک بن مخلد النبیل سے چھ احادیث مبارکہ مروی ہیں ۔
(۵) مکی بن ابراہیم سے گیارہ احادیث مبارکہ مروی ہیں ۔

بڑی ایمان افروز اور قابل رشک بات یہ ہے کہ جن چاروں رواۃ سے امام بخاریؒ نے بائیس میں سے ۲۱ر حدیثیں لی ہیں ان ۲۱ر ثلاثیات بخاری کے چاروں راوی امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حنفی المذہب شاگرد ہیں اور امام بخاریؒ کے شیخ ہیں عام درجے کے شیخ نہیں بلکہ امام بخاریؒ کی اسانید عالیہ ثلاثیات کے بھی یہی شیخ ہیں ۲۲ر ثلاثیات میں ان ۲۱ر ثلاثیات کو جوکہ امام اعظمؒ کے شاگرد ہیں ایک طرف کردیا جائے تو امام بخاریؒ کا ثلاثیات کے ضمن میں امتیاز وافتخار ہی ختم ہوجاتا ہے ۔

بہر حال یہ اسانید امام بخاریؒ کا سب سے بڑا سرمایہ فخر ہیں جب ثلاثیات کا یہ مقام ہے تو ثنائیات کا رتبہ و درجہ ان سے بھی کہیں بالا ہوگا جبکہ فقہ حنفی کا مدار ہی ثنائیات پر ہے تو فقہ حنفی کی جلالت شان اور ضبط و اتقان کا کیا عالم ہوگا ۔

اب ہم ذیل میں امام بخاریؒ کی ۲۲ ثلاثیات کا متن مع ترجمہ وتشریح اور تخریج درج کرتے ہیں :

روایات مکی بن ابراہیم :

(۱) حدثنا المکی بن ابراھیم قال حدثنا یزید بن ابی عبید عن سلمة ھو ابن الاکوع قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول من یقول علی مالم اقل، فلیتبوأ مقعدہ من النار ۔ (البخاری کتاب العلم باب اثم من کذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد اول، صفحہ:۲۱)

ترجمہ : حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو میرے متعلق ایسی بات کہے جو میں نے نہ کہی ہو تو وہ جہنم کے اندر اپنا ٹھکانہ بنالے ۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جو شخص آقا ﷺ کی طرف جھوٹ اور من گھڑت بات کو منسوب کرے اس کے لئے یہ وعید آئی ہے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں تیار کرلے یہ حدیث سرور کونین ﷺ کے اقوال کے ساتھ خاص ہے لیکن نبی کریم ﷺ کے افعال بھی اس میں حکماً داخل ہیں کیونکہ آپ ﷺ پر جھوٹ باندھنے کے امتناع کی علت میں دونوں مشترک ہیں ۔

(۲) حدثنا المکی بن ابراھیم قال حدثنا یزید بن ابی عبید عن سلمة قال : کان جدار المسجد عند المنبر ما کادت الشاة تجوزھا ۔ (بخاری کتاب الصلوۃ باب قدر کم ینبغی ان یکون بین المصلی والسترۃ جلد اول صفحہ ۷۱)

ترجمہ : حضرت یزید بن ابوعبید سے روایت ہے کہ حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مسجد کی دیوار منبر کے اتنا قریب تھی جس میں سے بکری نہ گزرسکے ۔

معلوم ہوا کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھاتے اور دیوار کے اتنا قریب ہوتے کہ شاید بکری بھی گزر نہ سکے یعنی منبر اور دیوار کے درمیان صرف سجدے کی جگہ بچتی تھی۔

(۳) حدثنا المکی بن ابراھیم قال:حدثنا یزید بن ابی عبید قال کنت آتی مع سلمة ابن الاکوع فیصلی عند الاسطوانة التی عند المصحف فقلت یا ابا مسلم ! اراك تتحری الصلوة عند ھذہ الاسطوانة قال فانی رایت النبی صلی اللہ علیه وسلم یتحری الصلوةعندھا۔

(البخاری ابواب سترةالمصلی باب الصلوة الی الاسطوانة جلد اول صفحہ۷۲)

ترجمہ : حضرت یزید بن ابی عبید سے روایت ہے کہ میں حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کے ساتھ آکر ستون کے پاس نماز پڑھتا جو مصحف کے پاس تھا۔میں نے عرض کیا:اے ابومسلم! میں آپ کو دیکھتا ہوں کہ آپ اس ستون کے پاس نماز پڑھنے کی بہت کوشش کرتے ہیں فرمایا: میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے پاس خاص طور پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد میں مسجد نبوی میں ایک ستون کے پاس مصحف شریف رکھا رہتا تھا۔اس کو ستون مصحف کہا کرتے تھے اور وہ اسطوانۃ المہاجرین کے نام سے مشہور ہوگیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے تھے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدت ومحبت میں برکۃ اور کثرت ثواب کے حصول کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز ادا کرنے کی جگہ نماز پڑھنے کے تمنائی ہوتے تھے اور اس کے لئے خوب جدوجہد کرتے تھے۔

(۴) حدثنا المکی بن ابراھیم قال:حدثنا یزیدبن ابی عبیدعن سلمةقال کنانصلی مع النبی صلی اللہ علیه وسلم المغرب اذاتوارت بالحجاب۔ (البخاری کتاب مواقیت الصلوة باب وقت المغرب جلد اول صفحہ۷۹)

ترجمہ : حضرت یزید بن ابی عبید سے روایت ہے کہ حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مغرب (اس وقت) پڑھا کرتے تھے جب سورج پردے میں ہوجاتا۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ غروب شمس کے فوراً بعد مغرب کا وقت شروع ہوجاتا ہے۔

(۵) حدثنا المکی بن ابراھیم حدثنا یزیدھو ابن ابی عبیدعن سلمةبن الاکوع قال:امر النبی صلی اللہ علیه وسلم رجلا من اسلم ان اذن فی الناس ان من کان اکل فلیصم بقیة یومه ومن لم یکن اکل فلیصم فان الیوم یوم عاشوراء۔(البخاری کتاب الصوم باب صیام یوم عاشوراءجلداول صفحہ۲۶۸)

ترجمہ : حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (عاشورہ کے روز) قبیلہ اسلم کے ایک شخص کو لوگوں میں یہ اعلان کرنے کا حکم دیا: جس نے جو کچھ کھالیا ہے تو وہ باقی دن کا روزہ رکھے اور جس نے کچھ نہیں کھایا وہ بھی روزہ رکھے کیونکہ آج عاشورہ کا دن ہے۔

حضور نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی جب مدینے میں تشریف آوری ہوئی تو آپ ﷺ کو یہ خبر واطلاع ملی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے تو آپ ﷺ نے بھی اس دن روزہ کا اہتمام فرمایا اور مسلمانوں کو عمومی حکم دینے کے لئے قبیلہ اسلم کے ایک شخص کو عاشورہ کی صبح یہ اعلان کرنے کا حکم صادر فرمایا کہ جس نے اب تک کچھ کھا پی لیا ہے، وہ بقیہ دن کا روزہ رکھے اور جس نے اب تک کچھ نہ کھایا ہے وہ بھی روزہ رکھے۔ یہ حکم سن کر لوگوں نے اس قدر اہتمام کیا کہ انہوں نے چھوٹے چھوٹے بچوں کو بھی روزہ رکھوائے اور ان کو مشغول ومصروف کرنے کے لیے کھلونے وغیرہ لاکر دئے تا کہ وہ کھانے پر اصرار نہ کریں۔ (تحفۃ المسلم شرح مسلم جلد سوم، صفحہ: ۵۹۷)

اکثر علما اہل حق کے نزدیک عاشوراء محرم کی دسویں تاریخ کو کہا جاتا ہے اور بعض نے نویں تاریخ کا بھی قول کیا ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ نویں اور دسویں دونوں دن روزے رکھے جائیں۔

اس حدیث مبارکہ کی رو سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اوائل اسلام میں عاشورہ کا روزہ فرض تھا پھر جب ۲ھ میں رمضان المبارک کا روزہ فرض ہوا تو عاشورہ کی فرضیت منسوخ ہوگئی۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت میں اس کی وضاحت ہے کہ:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم امر بصيام يوم عاشوراء فلما فرض رمضان كان من شاء صام ومن شاء افطر۔ (بخاری کتاب الصوم، باب صیام یوم عاشوراء جلد اول صفحہ ۲۶۸)

ترجمہ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشوراء کے دن روزہ رکھنے کا حکم فرمایا: پھر جب رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اب جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے اس حکم نبوی ﷺ کے بعد عاشورہ کے روزے کی فرضیت منسوخ ہوگئی، اب یہ روزہ نفل ہے، لیکن تمام نفل روزوں میں افضل ترین روزہ یوم عاشوراء کا ہے۔

(۶) حدثنا المكي بن ابراهيم حدثنا يزيد بن ابي عبيد عن سلمة بن الاكوع قال: كنا جلوسا عند النبي صلى الله عليه وسلم اذاتي بجنازة فقالوا اصل عليها فقال هل عليه دين فقالوا لا قال فهل ترك شيأ قالوا لا فصلى عليه ثم اتى بجنازة اخرى فقالوا يارسول الله صل عليها قال هل عليه دين قيل نعم قال هل ترك شيئا قالوا ثلثة دنانير فصلى عليها ثم اتى بالثلثة فقالوا صل عليها قال هل ترك شيئا قالوا لا قال عليه دين قالوا ثلثة دنانير قال صلوا على صاحبكم قال ابو قتادة صل عليه يارسول الله وعلى دينه فصلى عليه۔ (کتاب الحوالة باب اذا احال دين الميت على رجل جاز جلد اول صفحہ ۳۰۵)

ترجمہ : حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں بیٹھے تھے کہ ایک جنازہ لایا گیا اور عرض کی گئی کہ اس پر نماز پڑھئے آپ ﷺ نے فرمایا: کہ اس پر کوئی قرض ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: نہیں! فرمایا: کیا اس نے کچھ (ترکہ) چھوڑا ہے؟ عرض کیا: نہیں، آپ ﷺ نے اس پر نماز (جنازہ) پڑھی، پھر دوسرا جنازہ لایا گیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ اس پر نماز پڑھئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا اس پر قرض ہے؟ عرض کیا: جی ہاں! فرمایا: کیا اس نے کچھ چھوڑا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: تین دینار (چھوڑے ہیں)، اس پر آپ ﷺ نے نماز پڑھی۔ پھر تیسرا جنازہ لایا گیا اور عرض کیا گیا: اس پر نماز پڑھئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا اس نے کچھ (ترکہ) چھوڑا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: نہیں، فرمایا: کیا اس پر قرض ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: تین دینار (قرض ہیں) اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے ساتھی پر نماز جنازہ پڑھ لو۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: آپ اس پر نماز پڑھئے اس کا قرض میں ادا کروں گا، آپ ﷺ نے اس پر نماز جنازہ پڑھی۔

علامہ نووی رحمہ اللہ نے شرح المہذب میں لکھا ہے کہ ابتدائے عہد میں حضور نبی معظم ﷺ نے اس مقروض کی نماز جنازہ پڑھانے سے منع فرمایا تھا جس نے اپنے دین کی ادائیگی کے لیے رقم نہیں چھوڑی تھی کیونکہ اس وقت مسلمانوں کے لئے بیت المال قائم نہیں ہوا تھا پھر جب رب تبارک وتعالی نے آپ ﷺ پر فتوحات کے دروازے منکشف کر دئے اور آپ ﷺ نے مسلمانوں کے لئے بیت المال قائم فرمادیا تو اس وقت آپ ﷺ نے بیت المال کی جانب سے ایسے مدیون کے دین کی ادائیگی کا بھی اعلان فرمادیا۔ (عمدۃ القاری شرح بخاری، جلد: ۱۲ صفحہ: ۱۶۱-۱۶۰)

حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا اس مدیون کی نماز جنازہ پڑھنے کی رغبت ومیلان نہ رکھنا اس بات کی دلیل نہیں کہ مدیون کی نماز جنازہ پڑھنی جائز نہیں بلکہ آپ ﷺ کی بے رغبتی وبے توجہی کی وجہ یہ تھی کہ لوگوں کو دین کی ادائے گی میں سستی اور بلاعذر تاخیر کرنے پر سرزنش کی جائے کہ اگر وہ بغیر ادائے گی دین کے مرگئے تو وہ حضور روحی فداہ ﷺ کی امامت اور دعا سے محروم ہونگے کیونکہ آپ ﷺ کا صحابہ رضی اللہ عنہم کو نماز جنازہ پڑھانے کا حکم صادر فرمانا مدیون کی نماز جنازہ کے جواز کی کھلی دلیل ہے۔

(۷) حدثنا المکی بن ابراهیم حدثنا یزید بن ابی عبید عن سلمة قال: بایعت النبی صلی الله علیه وسلم ثم عدلت الی ظل شجرة فلما خف الناس قال یا ابن الاکوع الا تبایع قال قلت قد بایعت یا رسول الله قال وایضا فبایعته الثانیة فقلت له یا ابا مسلم علی ای شیء کنتم تبایعون یومئذ قال علی الموت۔ (البخاری کتاب الجهاد باب البیعة فی الحرب۔ جلد اول صفحه: ۴۱۵)

ترجمہ : حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ میں نے (حدیبیہ کے مقام پر) حضور نبی اکرم ﷺ

سے بیعت کرلی پھر میں ایک درخت کے سائے میں چلا گیا۔جب بھیڑکم ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا:اے ابن الاکوع!کیا تم بیعت نہیں کرتے؟میں نے عرض کیا:یارسول اللہ میں تو بیعت کر چکا ہوں،آپ ﷺ نے فرمایا اچھا دوبارہ کرلو،میں نے دوسری دفعہ بھی بیعت کرلی (یزید بن ابی عبید کہتے ہیں) میں نے کہا:اے ابومسلم!آپ حضرات نے اس روز کس بات کی بیعت کی تھی؟انہوں نے فرمایا:موت پر۔

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضرت سلمہ بن الاکوع ؓ نے نبی مکرم ﷺ کے اذن وحکم سے دوبارہ بیعت کی جب حضرت سلمہ بن الاکوع ؓ پہلے بیعت کر چکے تھے تو آپ ﷺ نے دوبارہ بیعت کرنے کا حکم کیوں صادر فرمایا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ بہت شجاع ودلیر تھے اور جہاد میں پیش قدمی کرنے والوں میں مشہور ونامور تھے اس لئے آپ نے ان کی بیعت کی تاکید وتکرار کا قصد فرمایا۔

اس حدیث مبارکہ میں موت پر بیعت کرنے کا ذکر منقول ہے موت پر بیعت کرنے سے مراد یہ ہے کہ جنگ وجدال میں ثابت قدم رہیں گے اور فرار نہیں ہوں گے خواہ مرنے کی نوبت کیوں نہ آجائے۔

(۸) حدثنا المکی بن ابراھیم قال: حدثنا یزید بن ابی عبید قال رایت اثر ضربۃ فی ساق سلمۃ فقلت یا ابامسلم! ماھذہ ضربۃ قال ھذہ ضربۃ اصابتنی یوم خیبر ۔فقال الناس اصیب سلمۃ فاتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فنفث فیہ ثلاث نفثات فما اشتکیتھا حتی الساعۃ ـــ

(البخاری، کتاب المغازی باب غزوۃ خیبر جلد دوم صفحہ ۶۰۵)

ترجمہ : یزید بن ابی عبید فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کی پنڈلی پر زخم کا نشان دیکھا تو پوچھا:ابومسلم یہ زخم کیسا ہے؟انہوں نے فرمایا:یہ زخم مجھے غزوۂ خیبر میں آیا تھا۔لوگ تو یہ کہنے لگے تھے:سلمہ کا آخری وقت آپہنچا ہے،میں حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوگیا تو آپ ﷺ نے اس زخم پر تین مرتبہ دم فرمایا جس سے مجھے ابھی تک کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔

مذکورہ بالاحدیث مبارکہ میں لفظ ’’ نفث‘‘ آیا ہے جس کا لغوی معنی ہے دم یا جھاڑ پھونک کرنا اور معلوم ہوا کہ دم اور جھاڑ پھونک کرنا جائز ودرست ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ کلام الٰہی خصوصا سورۂ فاتحہ،معوذتین،آیۃ الکرسی یا اسماوصفات باری تعالی اور ماثور ومسنون دعاؤں کو پڑھ کر مصیبت زدہ آدمی یا زخم کی جگہ پر پھونک مارے،یا پانی وغیرہ میں پڑھ کر دم کرلے،اور اس پانی کو مرض یا مصیبت زدہ آدمی پی لے یا اپنے جسم پر مل لے اور چھڑک لے،اگر ایسا عمل اختیار کرلے تو رب تبارک وتعالی کی ذات سے امید قوی ہے کہ وہ ضرور اس عمل کو شفائے کاملہ عاجلہ کا ذریعہ بنادے گا۔

(۹) حدثنا المکی بن ابراھیم اخبرنا یزید بن ابی عبید عن سلمہ انہ اخبرہ قال خرجت من

المدینۃ ذاھبا نحو الغابۃ حتی اذا کنت بثنیۃ الغابۃ لقینی غلام لعبد الرحمن بن عوف قلت ویحک مابک قال اخذت لقاح النبی صلی اللہ علیہ وسلم قلت من اخذھا قال غطفان وفزارۃ فصرخت ثلاث صرخات اسمعت ما بین لا بتیھا یاصباحاہ یا صباحاہ ثم اندفعت حتی القاھم وقد اخذوھا فجعلت ارمیھم واقول انا ابن الاکوع والیوم یوم الرضع فاستنقذتھا منھم قبل ان یشربوا فاقبلت بھا اسوقھا فلقینی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت یا رسول اللہ !ان القوم عطاش وانی اعجلتھم ان یشربوا سقیھم فابعث فی اثرھم فقال یا ابن الاکوع ملکت فاسجع ان القوم یقرون فی قومھم۔ (البخاری کتاب الجھاد باب من رای العدو جلد اول : صفحہ : ۴۲۷)

ترجمہ : حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ سے جنگل کی طرف چلا پہاڑی پر پہنچا تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا غلام مجھے ملا میں نے اسے کہا: تم پر افسوس! یہاں کیسے آیا؟ اس نے جواب دیا: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دودھ دینے والی اونٹنی پکڑی گئی ہے۔ میں نے پوچھا: کس نے پکڑی ہے؟ اس نے جواب دیا: قبیلہ غطفان اور فزارہ کے آدمی لے گئے ہیں پھر میں نے تین مرتبہ ”یا صباحاہ“ کے الفاظ کے ساتھ اس زور سے چلایا کہ مدینہ منورہ کے ہر گوشہ میں رہنے والے سن لیں پھر میں نے دوڑ لگائی یہاں تک کہ ان لوگوں تک جا پہنچا تو میں نے ان کی جانب تیر پھینکا اور کہنے لگا: میں اکوع کا بیٹا ہوں، آج کمینوں کی ہلاکت کا دن ہے میں نے ان کے پانی پینے سے پہلے ہی ان سے اونٹنی چھین لی۔ میں اسے لے کر واپس ہوا تو رسول اللہ ﷺ سے میری ملاقات ہوگئی۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ لوگ پیاسے تھے اور میں ان کے پانی پینے سے پہلے ہی جلدی سے ان سے اونٹنی چھین لایا آپ (ﷺ) ان کے پیچھے کسی کو روانہ کردیں آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابن الاکوع تم مالک ہوگئے ہو اب نرمی کرو ان کی مہمانی اپنی قوم میں ہو رہی ہوگی۔

اس حدیث شریف میں یا صباحاہ کے الفاظ مذکور ہیں اور یہ منادی مستغاث ہے۔ الف للاستغاثہ اور ھا للسکت ہے۔ اور یا صباحاہ کے الفاظ سے پکارنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ مصیبت و پریشانی کی صبح ہے اس لئے جلد آؤ اور نصرت و حمایت کرو اس حدیث مبارکہ کی رو سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مصیبت و پریشانی کے وقت اللہ کا مخصوص و محبوب اور مقرب بندہ سمجھ کر غیر اللہ سے استعانت و مدد مانگنا جائز و درست ہے کیونکہ حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ قبیلہ غطفان و فزارہ کے ان لٹیروں کو جو حضور انور ﷺ کی اونٹنی کو پکڑ کر لے گئے تھے جب ان پر تیروں کی بارش کر رہے تھے تو اس وقت یہ منادی بھی کر رہے تھے کہ اے اللہ کے بندو! ان لٹیروں سے اونٹیاں چھڑانے میں ہماری مدد کرو، میں ابن الاکوع ہوں اور آج کا دن کمینوں کی ہلاکت و بربادی کا دن ہے۔ تو گویا حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کا یا صباحاہ کی صدا بلند کرنا غیر اللہ سے استعانت و مدد مانگنے کی دلیل ہے۔

(۱۰) حدثنا المکی بن ابراھیم قال حدثنا یزید بن ابی عبید عن سلمۃ ابن الاکوع قال

لما امسوا یوم فتحوا خیبر اوقدوا النیران قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما اوقدتم النیران قالوا لحوم الحمر الانسیة قال اھریقوا ما فیھا واکسروا قدورھا فقام رجل من القوم فقال نھریق ما فیھا ونغسلھا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم او ذاک۔(البخاری ، کتاب الذبائح والصید باب آنیة المجوس والمیة جلد دوم : صفحہ:۸۲۶)

ترجمہ : حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس روز خیبر فتح ہوا اس کی شام لوگوں نے آگ جلائی حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم نے یہ آگ کیا چیز پکانے کے لئے جلائی ہے؟ مجاہدین نے عرض کیا: پالتو گدھوں کا گوشت پکانے کے لئے، فرمایا: جو ہانڈیوں میں ہے اسے الٹ دو اور ہانڈیوں کو توڑ دو۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا: ہم گوشت کو الٹ دیں اور ہانڈیوں کو دھو نہ لیں؟ فرمایا: چلو یونہی کرلو۔

اس حدیث شریف میں اس بات کی حجت ہے کہ گدھے کا گوشت نجس ہے اور اس کا کھانا حرام ہے۔ کیونکہ نبی معظم ﷺ نے ان ہانڈیوں کو جن میں صحابہ رضی اللہ عنھم گوشت پکا رہے تھے انہیں گرا دینے اور توڑ دینے کا حکم فرمایا تھا۔ بعض علمائے عظام کا یہ قول ہے کہ پالتو گدھے کا گوشت کھانے کی ممانعت اس وجہ سے تھی کہ سواری اور بوجھ لادنے میں ان کی ضرورت پڑتی تھی لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے بلکہ ان کی ممانعت محض امر تعبدی کے لئے تھی۔۔۔(نعمۃ الباری شرح بخاری جلد پنجم صفحہ:۲۴۴)

(۱۱) حدثنا المکی بن ابراھیم قال حدثنا یزید بن ابی عبید عن سلمة قال خرجنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی خیبر فقال رجل منھم اسمعنا یا عامر من ھنیھاتك فحدابھم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من السائق؟ قالوا عامر فقال رحمہ اللہ فقالوا یا رسول اللہ ھلا امتعتنا بہ فاصیب صبیحة لیلة فقال القوم : حبط عملہ قتل نفسہ فلما رجعت وھم یتحدثون ان عامرا حبط عملہ فجئت الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت یا نبی اللہ فداك ابی وامی زعموا ان عامرا حبط عملہ فقال کذب من قالھا ان لہ لاجرین اثنین انہ لجاھد مجاھد وای قتل یزیدہ علیہ۔

(البخاری کتاب الدیات، باب اذا قتل نفسہ خطأ فلا دیة لہ جلد دوم : صفحہ ۱۰۱۷)

ترجمہ : حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ غزوۂ خیبر کی طرف نکلے تو لوگوں میں سے ایک نے کہا: عامر! کیا آپ ہمیں اپنے اشعار سنائیں گے؟ چنانچہ انہوں نے اشعار سنائے تو حضور ﷺ نے فرمایا: یہ ہانکنے والا کون ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: عامر بن الاکوع رضی اللہ عنہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی اس پر رحم فرمائے۔ (یہ وہ جملہ ہے کہ جب کسی غزوہ میں کسی کے لیے بولا جاتا تو اس کی شہادت یقینی ہوجاتی) صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ہمیں اس سے اور فائدہ نہیں اٹھالینے دیتے؟ چنانچہ اسی رات کی صبح کو وہ موت کی آغوش میں چلے گئے لوگوں نے کہا: اس کے

عمل ضائع ہو گئے، کیوں کہ اس نے اپنے آپ کو خود قتل کیا ہے۔جب میں واپس لوٹا تو لوگ یہی باتیں کر رہے تھے کہ عامر کے عمل ضائع ہو گئے ہیں اس لئے میں نے حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا: یا نبی اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ،لوگوں کا یہ خیال ہے کہ عامر کے عمل ضائع ہو گئے ہیں آپ نے فرمایا جس کسی نے بھی یہ کہا غلط کہا ہے۔اس کے لیے تو دوگنا اجر ہے وہ تو مشقت اٹھانے والا مجاہد ہے اس کے قتل سے بہتر کس کی موت ہے۔

اس حدیث شریف میں حضرت عامر رضی اللہ عنہ کا اپنے نفس کو خطاً قتل کرنے کا مفصل بیان نہیں ہے کہ انہوں نے اپنے نفس کو کس طرح قتل کیا اس کا مفصل بیان بخاری صفحہ:۹۰ پر ہے اور وہ اس طرح ہے کہ حضرت عامرؓ کی تلوار چھوٹی تھی انہوں نے وہ تلوار بغرض قتل ایک یہودی پر ماری تو ان کی تلوار الٹ کر ان کے گھٹنے میں لگ گئی پھر اسی زخم سے ان کا انتقال ہو گیا۔اس حدیث شریف کی روشنی میں معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اپنے نفس کو قتل کر دے عمداً ہو یا خطا تو اس کی دیت ان کے وارثین میں سے کسی سے نہیں لی جائے گی، کیونکہ محبوب خدا ﷺ نے حضرت عامر رضی اللہ عنہ کے لئے ان کے وارثین میں سے کسی پر دیت کو واجب قرار نہیں دیا اگر ان کے وارثین میں سے کسی پر دیت واجب ہوتی تو آپ ﷺ اس کی توضیح فرما دیتے، آپ ﷺ کی توضیح نہ فرمانا وجوب دیت نہ ہونے کی کھلی دلیل ہے۔

اس حدیث شریف سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ جانتے تھے کہ کون کب اور کہاں مرے گا، اور آپ ﷺ کو اختیار تھا کہ کسی کو موت سے بچا لیتے اور کچھ دن زندہ رہنے کی مہلت دیتے، جیسا کہ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کاش کہ آپ ہمیں ان سے اور بھی فائدہ اٹھانے دیتے؟ یعنی کچھ دنوں کے لیے ان کی موت کو ٹال دینے اور وہ ہمارے درمیان موجود ہوتے تو ہم ان سے مزید فائدہ اٹھاتے، ان کی شجاعت اور ان کی مسحورکن آواز سے۔

روایات امام ابو عاصم ضحاک بن مخلد النبیل:

(۱۲) حدثنا ابو عاصم عن یزید بن ابی عبید عن سلمة بن الاکوع ان النبی صلی الله علیه وسلم بعث رجلا ینادی فی الناس یوم عاشوراء ان من اکل فلیتم او فلیصم ومن لم یاکل فلایاکل۔ (البخاری کتاب الصوم ،باب اذانوی بالنهار، جلداول:صفحه:۲۵۷)

ترجمہ : حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور انور ﷺ نے ایک شخص کو منادی کرنے کے لئے عاشوراء کے روز بھیجا کہ جس نے کھانا کھا لیا ہے وہ روزہ پورا کرے یا اسے چاہئے کہ وہ روزہ رکھے اور جس نے نہ کھایا ہے وہ نہ کھائے (یعنی روزہ رکھے)۔

اس حدیث مبارکہ کا مفہوم بعینہ بخاری کتاب الصوم باب صیام یوم عاشوراء، جلد اول: صفحہ: ۲۶۸ ،چھٹی ثلاثی حدیث میں گزر چکا جس کے راوی مکی بن ابراهیم ہیں۔

(۱۳) حدثنا ابو عاصم عن یزید بن ابی عبید عن سلمة بن الاکوع ان النبی صلی الله علیه وسلم اتی بجنازۃ لیصل علیها فقال هل علیه من دین قالوا لافصلی علیه ثم اتی بجنازۃ اخری فقال هل علیه من دین قالوا نعم قال فصلوا علی صاحبکم قال ابو قتادۃعلی دینه یارسول الله !فصلی علیه۔ (البخاری، کتاب الکفالة باب من تکفل عن میت دینا جلد اول: صفحه : ۳۰۶)

ترجمہ : حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں جنازہ لایا گیا تا کہ آپ ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھیں آپ ﷺ نے فرمایا: کیا اس پر کوئی قرض ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: نہیں ! تو آپ ﷺ نے اس پر نماز جنازہ پڑھی پھر دوسرا جنازہ لایا گیا تو فرمایا: کیا اس پر کچھ قرض ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا: جی حضور! آپ ﷺ نے فرمایا تم اپنے ساتھی پر نماز پڑھو حضرت ابو قتادہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ! اس کا قرض میں ادا کروں گا۔ پھر آپ ﷺ نے اس پر نماز پڑھی۔

اس حدیث شریف کا مفہوم بھی بخاری کتاب الحوالہ، باب اذا احال دین المیت، جلد اول: صفحہ: ۳۰۵ ساتویں ثلاثی حدیث کی طرح ہے جس کے راوی مکی بن ابراھیم ہیں۔

(۱۴) حدثنا ابوعاصم الضحاك بن مخلد عن یزید بن ابی عبید عن سلمة بن الاکوع ان النبی صلی الله علیه وسلم رای نیرانا توقد یوم خیبرفقال علی ما توقدهذه النیران قالوا علی الحمرالانسیة قال اکسروها واهریقوها قالوا الا نهر یقها ونغسلهاقال اغسلو۔ (البخاری کتاب المظالم ،باب هل تکسر الدنان التی فیها جلداول :صفحه : ۳۳۶)

ترجمہ : حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے خیبر کے روز آگ جلتی ہوئی دیکھی تو فرمایا: یہ کیوں جلائی ہے صحابہ رضی اللہ عنھم نے عرض کیا: پالتو گدھے کا گوشت پکانے کے لئے، آپ ﷺ نے فرمایا: ہانڈیاں توڑ دو اور اسے بہادو، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیا ہم ایسا نہ کریں کہ اسے الٹ دیں اور ہانڈیاں دھولیں؟ فرمایا: ہاں !انھیں دھولو۔

اس حدیث شریف کی وضاحت بخاری کتاب الذبائح والصید باب آنیۃ المجوس والمیتۃ جلد دوم: صفحہ ۸۲۶ کے مثل ہے جس کے راوی مکی بن ابراھیم ہیں۔

(۱۵) حدثنا ابو عاصم الضحاك بن مخلد قال حدثنا یزید عن سلمة بن الاکوع قال: غزوت مع النبی صلی الله علیه وسلم سبع غزوات وغزوت مع ابن حارثة استعمله علینا۔ (البخاری کتاب المغازی ،باب بعث النبی صلی الله علیه وسلم جلددوم : صفحه: ۶۱۲)

ترجمہ : حضرت یزید بن ابی عبید سے روایت ہے کہ حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے سات غزوات میں حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ شریک ہونے کا شرف حاصل کیا اور اس غزوہ میں بھی شریک تھا جس میں زید بن حارثہ کو حضور ﷺ نے ہمارا امیر بنایا تھا۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کو نبی معظم ﷺ کے ہمراہ جن سات غزوات میں شرکت کا شرف حاصل ہوا۔ ان سات میں پہلا غزوۂ خیبر، دوسرا حدیبیہ، تیسرا حنین، چوتھا ذی قرد، پانچواں فتح مکہ، چھٹا طائف اور ساتواں غزوۂ تبوک ہے۔ (تحفۃ القاری شرح بخاری جلد ہشتم صفحہ: ۳۶۰)

حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ حضرت زید بن حارثہ کو حضور ﷺ نے ہمارا امیر بنایا یہ کس سریہ کا ذکر ہے اس کی تعیین نہیں کی، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جس سریہ میں حضرت زید بن حارثہ کو بھیجا، امیر ہی بنایا اس لئے یہ تعیین کے ساتھ نہیں بتائی بتایا جاسکتا کہ زید بن حارثہؓ کو حضور تاجدار بطحا ﷺ نے حضرت سلمہ بن الاکوعؓ کے لئے کس سریہ کا امیر بنایا تھا۔

(۱۶) حدثنا ابو عاصم عن یزید بن ابی عبید عن سلمۃ بن الاکوع قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ضحی منکم فلا یصبحن بعد ثالثۃ وفی بیتہ منہ شیء فلما کان العام المقبل قالوا یا رسول اللہ !نفعل کما فعلنا العام الماضی قال کلوا واطعموا وادخروا فان ذلک العام کان بالناس جھد فاردت ان تعینوا فیھا۔ (البخاری ، کتاب الاضاحی ، باب مایوکل من لحوم الاضاحی، جلد دوم : صفحہ : ۸۳۵)

ترجمہ : حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو تم میں سے قربانی کرے تو تیسرے روز کی صبح اس کے گھر میں قربانی کا گوشت نہیں ہونا چاہئے۔ جب اگلا سال آیا تو صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم اسی طرح کریں جیسے پچھلے سال کیا تھا؟ فرمایا: تم کھاؤ کھلاؤ اور جمع بھی کرلو کیونکہ پچھلے سال لوگوں پر تنگی تھی تو میرا ارادہ ہوا کہ تم اس تنگی میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔

معلوم ہوا کہ حضور رحمۃ للعلمین ﷺ نے ابتدا میں قربانی کے گوشت کو تین دن سے زائد ذخیرہ کرنے کی ممانعت ایک خاص علت وسبب کی بنا پر رکھی تھی وہ علت یہ تھی کہ اس سال مدینہ میں تنگ حالی وفاقہ کشی تھی یا باہر سے لوگ آئے ہوئے تھے اسی باعث آپ ﷺ نے مدینہ میں یہ منادی کرائی کہ لوگ قربانی کے گوشت کو تین روز سے زیادہ ذخیرہ اندوزی کرکے نہ کھائیں جب یہ علت زائل ہوگئی تو آئندہ سال حضور روحی فداہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو تین روز سے زائد گوشت کھانے کی اجازت دے دی۔ (تحفۃ القاری شرح بخاری جلد دہم صفحہ: ۴۴۴)

اس سلسلے میں ائمہ اربعہ اور جمہور علما کا مسلک وموقف بھی یہی ہے کہ قربانی کے گوشت کے بارے میں ایام کی کوئی تعیین وتحدید نہیں بلکہ جتنے دنوں تک کھانا چاہے کھا سکتا ہے۔

(۱۷) حدثنا ابو عاصم عن یزید بن ابی عبید عن سلمة قال بایعنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم تحت الشجرة فقال لی یا سلمة الاتبایع قلت یا رسول اللہ قد بایعت فی الاول قال وفی الثانی ۔ (البخاری، کتاب الاحکام، باب من بایع مرتین جلد دوم: صفحہ: ۱۰۷۰)

ترجمہ: حضرت یزید بن ابی عبید کا بیان ہے کہ حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم نے حضور اکرم ﷺ سے درخت کے نیچے بیعت کی پھر آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے سلمہ! کیا تم بیعت نہیں کرتے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں تو پہلے ہی بیعت کر چکا ہوں، فرمایا دوبارہ کرلو۔

اس حدیث مبارکہ کی تشریح وتوضیح بخاری، کتاب الجہاد، باب البیعۃ فی الحرب، جلد اول: صفحہ: ۴۱۵ گیارہویں ثلاثی حدیث کے تحت گزر چکی ہے جس کے راوی مکی بن ابراہیم ہیں۔

روایات محمد بن عبد اللہ:

(۱۸) حدثنا محمد بن عبداللہ الانصاری حدثنی حمید ان انسا حدثهم: ان الربیع وهی بنة النضر کسرت ثنیة جاریة فطلبوا الارش وطلبوا العفو فابوا فاتوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فامر بالقصاص فقال انس بن النضر اتکسر ثنیة الربیع یا رسول اللہ لا والذی بعثك بالحق لا تکسر ثنیتها فقال یا انس! کتاب اللہ القصاص فرضی القوم وعفوا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان من عباد اللہ من لو اقسم علی اللہ لا برہ زاد الفزاری: عن حمید عن انس فرضی القوم وقبلوا الارش۔ (البخاری کتاب الصلح، باب الصلح فی الدیة، جلد اول: صفحہ: ۳۷۲)

ترجمہ: حضرت حمید کا بیان ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان سے حدیث بیان کی: حضرت ربیع بنت نضر نے ایک لڑکی کے سامنے والے دو دانت توڑ دیے۔ انہوں (لڑکی کے وارثین) نے دیت کا مطالبہ کیا اور یہ (حضرت ربیع کے وارثین) معافی کے خواستگار ہوئے تو لڑکی کے وارثین نے انکار کر دیا۔ وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے قصاص کا حکم فرمایا۔ حضرت انس بن نضر نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ربیع کے سامنے کے دانت توڑے جائیں گے؟ نہیں! قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا: اس کے دانت نہیں توڑے جائیں گے، آپ ﷺ نے فرمایا: اے انس! اللہ تعالیٰ کی کتاب قصاص کہتی ہے (کہ اس کے دانت توڑے جائیں گے) یہ عدل گستری دیکھ کر وہ لوگ راضی ہو گئے اور معاف کر دیا پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے وہ بھی ہیں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ اسے سچا کر دیتا ہے۔ فزاری کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ وہ لوگ دیت لینے پر رضامند ہو گئے۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ کسی کے دانت توڑنے کا قصاص دانت کا توڑنا ہے، علامہ نووی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اگر تمام دانت توڑ دیئے ہیں تو اس کا قصاص لینے پر اجماع ہے اور بعض دانت توڑنے پر فقہائے کرام کا اختلاف ہے، اور اکثر فقہا کا اتفاق ہے کہ اس میں قصاص نہیں ہے حضرت انس بن نضر کا قسم کھا کر کہنا کہ ''اس کے دانت نہیں توڑے جائیں گے'' سے ان کی مراد یہ تھی کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے اس سلسلے میں شفاعت کرائیں گے یا ان کو اللہ رب العزت کے فضل ورحمت سے یہ امید وتوقع تھی کہ وہ ان کے خصم کے دل میں یہ بات القا کردے گا کہ جس سے وہ قصاص کے بجائے دیت لینے پر راضی ہوجائیں گے اسی سبب سے انہوں نے قسم کھائی تھی کہ ربیع کے دانت نہیں توڑے جائیں گے ـــ (نعمۃ الباری شرح بخاری جلد پنجم صفحہ:۵۲۹)

جس طرح انہوں نے قسم کھائی تھی اللہ تعالیٰ نے ان کی قسم پوری بھی کردی، اس موقع پر رسول کائنات ﷺ نے فرمایا: اللہ کے بعض بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ قسم کھا کر یہ کہیں کہ اللہ ایسا کرے گا تو واقعی اللہ ایسا کردیتا ہے، علامہ اقبال رحمہ اللہ نے اس مضمون پر اس طرح منظر کشی کی ہے۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے ❁ خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

اس حدیث مبارکہ سے اولیاء اللہ کی اہمیت وعظمت اور بارگاہ خداوندی میں ان کی مقبولیت ومحبوبیت کا پتہ چلتا ہے کہ ان کی بات اللہ تعالیٰ رد نہیں فرماتا ہے، وہ جو کہتے ہیں ہو کر رہتا ہے، گویا ان کی بات اللہ کی بات، ان کا کہنا اللہ کا کہنا ہوتا ہے۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ قصاص لینے کو معاف کرنا اور اس کی شفاعت کرنا مستحب ہے۔

(۱۹) حدثنا محمد بن عبد الله الانصاری حدثنا حمید ان انسا حدثهم عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: كتاب الله القصاص ـ(البخاری، کتاب التفسیر، باب قوله یاایها الذین آمنوا کتب علیکم القصاص، جلد دوم: صفحه، ۶۴۶)

ترجمہ : حضرت محمد بن عبد اللہ انصاری حضرت انس ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی کتاب قصاص کہتی ہے۔

اس حدیث شریف کا مفہوم مذکورہ بالا حدیث کی طرح ہے جو اس سے متصل ہے۔

(۲۰) حدثنا الانصاری، قال حدثنا حمید عن انس ان ابنة النضر لطمت جارية فكسرت ثنیتها، فاتوا النبی صلی الله علیه وسلم فامر بالقصاص ـ(البخاری، کتاب الدیات، باب السن بالسن جلد دوم صفحه: ۱۰۱۸)

ترجمہ : حضرت حمید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نضر کی بیٹی نے ایک لڑکی کو طمانچہ مارا جس کے باعث اس کے اگلے دو دانت ٹوٹ گئے، وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے قصاص کا حکم فرمایا۔

اس حدیث شریف کا مفہوم بھی مندرجہ بالا دسویں ثلاثی حدیث صفحہ: ۳۷۲ پر گزر چکا۔

روایت عصام بن خالد :

(۲۱) حدثنا عصام بن خالد، حدثنا حریز بن عثمان انه سال عبد الله بن بسر صاحب النبی صلی الله علیه وسلم قال ارایت النبی صلی الله علیه وسلم کان شیخا قال کان فی عنفقته شعرات بیض ـ (البخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی صلی الله علیه وسلم: جلداول: صفحه: ۵۰۲)

ترجمہ : حضرت حریز بن عثمان سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے صحابی حضرت عبداللہ بن بسرؓ سے پوچھا: کیا آپ کی نظر میں حضور اکرم ﷺ پر بڑھاپے کے آثار تھے؟ انہوں نے فرمایا: آپ ﷺ کے دو کانوں کے قریب کے صرف چند بال سفید ہوئے تھے۔

بعض روایتوں سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ کی داڑھی مبارک میں صرف بیس بال سفید تھے۔ حضرت فیاض المسلمین قدس سرہ نے صیغہ درود میں اس کا ذکر یوں فرمایا ہے:

کان شیبه نحوا من عشرین شعرة بیضاء ـ (صلوات الله الجلیل صفحه: ۲۴۴)

ترجمہ : آپ ﷺ کے بالوں میں تقریبا بیس بال مبارک ہی سفید تھے۔

روایت خلاد بن یحیٰ :

(۲۲) حدثنا خلاد بن یحی: حدثنا عیسی بن طهمان قال، سمعت انس بن مالك یقول: نزلت آیة الحجاب فی زینب بنت جحش فاطعم علیها یومئذ خبزا ولحما، وکانت تفخر علی نساء النبی صلی الله وکانت تقول: ان الله انکحنی فی السماء ـ (البخاری، کتاب التوحید باب قوله وکان عرشه علی الماء وهو رب العرش العظیم، جلد دوم: صفحه: ۱۱۰۴)

ترجمہ : حضرت عیسیٰ بن طہمان سے روایت ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک کو فرماتے ہوئے سنا: پردے کی آیت حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے حق میں نازل ہوئی اور ان کے ولیمہ میں آپ ﷺ نے روٹی اور گوشت کھلایا اور وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی باقی ازواج مطہرات پر فخر کیا کرتی تھیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے میرا نکاح آسمان پر فرمایا ہے۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا قرابت میں حضور رسالت مآب ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں زمانہ ابتدائی ہی میں مسلمان ہوگئی تھیں ، پہلے پہل آپ ؓ کا نکاح حضرت زید ؓ سے ہوا تھا جو حضور اکرم ﷺ کے آزاد شدہ غلام اور متبنی تھے، اسی باعث زید بن محمد ﷺ کہلاتے تھے، دونوں کے مابین موافقت وموانست اور نباہ نہ ہو پائی تو حضرت زید ؓ نے انہیں طلاق دے دی، پھر بنابریں حضور انور ﷺ نے زمانہ جہالت کے اس رسم ورواج (کہ متبنی بیٹا بعینہ سگا بیٹا جیسا ہی ہوتا ہے اور اس کی بیوی سے نکاح نہ کرنا چاہئے، اور اسے وراثت میں پورا پورا حق ملنا چاہئے) کو ختم کرنے کے لئے اور فرمان خداوندی "اُدۡعُوۡهُمۡ لِاٰبَآئِهِمۡ هُوَ اَقۡسَطُ عِنۡدَ اللّٰهِ" کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ ﷺ نے حضرت زینب ؓ کی طرف اپنا پیغام نکاح بھجوا دیا تو انہوں نے جواب میں عرض کیا: یارسول اللہ! میں اس بارے میں اللہ تعالیٰ سے بھی مشورہ کر لیتی ہوں، یہ کہہ کر وضو کیا اور نماز کی نیت باندھ لی اور سجدے میں عرض گزار ہوئیں کہ یا الہ العالمین! اگر میں تیرے نزدیک تیرے پیارے حبیب ﷺ کی زوجیت میں داخل ہونے کے قابل ہوں تو ان کے ساتھ میرا نکاح فرمادے چنانچہ دعا قبول ہوئی اور اللہ رب العزت نے خود نبی معظم ﷺ کا نکاح حضرت زینب ؓ سے کر دیا جس کا ذکر قرآن میں یوں آیا ہے۔

فَلَمَّا قَضٰى زَيۡدٌ مِّنۡهَا وَطَرًا زَوَّجۡنٰكَهَا لِكَىۡ لَا يَكُوۡنَ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ حَرَجٌ فِىۡۤ اَزۡوَاجِ اَدۡعِيَآئِهِمۡ اِذَا قَضَوۡا مِنۡهُنَّ وَطَرًا ‌ؕ وَكَانَ اَمۡرُ اللّٰهِ مَفۡعُوۡلًا ۝۳۷ — (سورۃ الاحزاب)

ترجمہ : پھر جب (آپ کے متبنی) زید نے اسے طلاق دینے کی غرض پوری کر لی تو ہم نے اس کو تمہارے نکاح میں دے دیا تاکہ نہ رہے مومنین پر کوئی تنگی اپنے لے پالکوں کی بیویوں کے بارے میں جب کہ وہ اپنی غرض ان سے پوری کر چکیں اور اللہ کا حکم ہو کر ہی رہا۔

اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو نکاح کی خوش خبری اور مژدہ سنائی گئی تو انہوں نے فرط سرور ونشاط میں اس بشارت دینے والی خادمہ کو اپنا زیور اتار کر دے دی اور سجدۂ شکر بجالائیں، حضرت زینب ؓ کو اس بات پر ناز وفخر تھا کہ جمیع ازواج مطہرات کا نکاح ان کے عزیز قرابت داروں نے کیا مگر میرا نکاح اللہ جل شانہ نے آسمان میں عرش کے اوپر کیا جس میں بحیثیت وکیل حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے۔

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

فلیٹس کی خرید وفروخت شریعت کی روشنی میں

● مولانا محمد رمضان علی فرقانی —— استاذ دارالعلوم مجیبیہ خانقاہ پھلواری شریف

مکان انسان کی بنیادی ضروریات میں سے ہے اسی لئے اس کو انسان کے لئے بہت بڑی نعمت سمجھا جاتا ہے۔ جن کے پاس مکانات نہیں ہیں وہ مسافر کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں۔ ہندوستان میں ایسے لوگوں کو مکانات کی سہولیات فراہم کر نے کے لئے حکومت اور رفاہی تنظیمیں کافی کوشاں ہیں۔ آج کل مکانات کی تجارت بھی شروع ہوگئی ہے۔ اس سلسلہ میں تاجروں اورخریداروں کو کچھ مسائل پیش آتے ہیں۔ اس سلسلے میں چند سوالات اوران کے جوابات مندرجہ ذیل ہیں۔

سوال نمبرا : بعض بڑے شہروں میں سلم علاقے ہیں جہاں بہت سے لوگ سرکاری اراضی پر جھونپڑیوں میں گزارا کرتے ہیں، معاشی اعتبار سے یہ خط افلاس سے نیچے رہنے والوں میں ہوتے ہیں، حکومت ان میں بسنے والوں کو بہتر زندگی گزارنے کا موقع فراہم کرنے کی کوشش کرتی ہے، جس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ بلڈر اِن حضرات سے معاہدہ کرتے ہیں کہ وہ انہیں اتنے اسکوائر فٹ کا مکان بنا کر دیں گے پھر مختلف مراحل طے کرنے کے بعد حکومت اسے منظور کرتی ہے، اب بلڈر، ان جھونپڑیوں کے مکینوں سے مکان خالی کروا کر اس جگہ بلڈنگیں تعمیر کرتا ہے اوران حضرات کو مکان الاٹ کرتا ہے، نیز حکومت کے قانون کے مطابق کچھ مکانات کو خود فروخت بھی کرتا ہے، اور اپنا فائدہ حاصل کرتا ہے جس میں مندرجہ ذیل مسائل پیش آتے ہیں:

الف : جب تک یہ مکان تیار نہیں ہوتا اس مکان کی فائل صاحب مکان کے پاس ہوتی ہے، ان فائلوں کو لوگ فروخت کرتے ہیں، اس فروخت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جب بھی بلڈر مکان بنا کر دے گا تو اس کا مالک فائل خریدنے والا ہوگا، اور یہ سب جھونپڑی مکین اور خریدار کی آپسی مفاہمت سے ہوتا ہے، کیا اس طرح جھوپڑی کے مکین سے فائل خریدنا درست ہوگا؟ شرعاً اس کی کیا حیثیت ہوگی؟

جواب : جب سلم علاقے (Slum Area) میں جھونپڑیوں کی جگہ مکانات تیار ہوجائیں، حکومت ان کو الاٹ کر دیں، اور مستحقین کا اس پر قبضہ بھی ہوجائے تو اس وقت صاحب مکان کے لئے مکان فروخت کرنا درست ہوگا۔ مکانات کی تعمیر سے پہلے ان کی فائلیں فروخت کرنا درست نہیں ہے۔ بلڈر کے لئے بھی ان جھونپڑیوں کے مکینوں سے فائل خریدنا درست نہیں ہے۔

افسران کو رشوت دے کر فرضی جھونپڑیوں کی فائلیں بنا کر انہیں فروخت کرنا قانوناً جرم ہے۔ شرعاً بلڈر اور خریدار دونوں گنہگار ہیں۔ اس طرح فائلوں کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ تو ایسی چیز کی بیع ہوگی جو ابھی وجود میں ہی نہیں آئی ہے۔ جو چیز وجود میں نہیں آئی ہو، انسان کی ملکیت اور اس کے قبضہ میں نہیں ہو اس کی بیع ناجائز ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عن حكيم بن حزام قال:اتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت يأتيني الرجل يسألني من البيع ماليس عندي ابتاع له من السوق ثم ابيعه؟قال: لا تبع ماليس عندك -
(سنن الترمذي،باب كراهية بيع ما ليس عندك: ۵۳۴/۳)

ابوداؤد شریف میں ہے:

عن حكيم بن حزام قال يا رسول الله يأتيني الرجل فيريد مني البيع ليس عندي افابتاعه له من السوق فقال لا تبع ماليس عندك-(سنن ابى داؤد،باب فى الرجل يبيع ماليس...۳۰۲/۳)

ب : بعض مرتبہ مکان بن جاتا ہے لیکن ابھی یہ بات متعین نہیں ہوتی کہ کس کو کس منزل پر کس نمبر کا مکان دیا جائے گا؟ مگر اصل مالک اور خریدار کی آپسی مفاہمت سے لین دین ہوتی ہے، خریدار بھی اس بات پر راضی ہوتا ہے کہ مجھے قرعہ اندازی میں جس منزل پر مکان ملے گا، اس پر اعتراض نہیں کروں گا، گو نزاع کا کوئی خطرہ نہیں ہوتا، کیا اس طرح مکان خریدنا درست ہوگا؟

جواب : سلم علاقے میں سرکاری اراضی پر جو مکان تیار کئے جاتے ہیں، ان کا پورا خرچ حکومت دیتی ہے۔ مکان مکمل تیار ہوجانے کے بعد مستحقین کے درمیان ان کو حکومت کی جانب تقسیم کیا جاتا ہے۔ شریعت کی روشنی میں حکومت کی جانب سے اس طرح لوگوں میں مکان تقسیم کرنا "ہبہ" ہے، کیونکہ حکومت، جھونپڑیوں کے مکینوں کو بلا معاوضہ مکان دیتی ہے۔ ہبہ کے جواز کے لئے قبضہ ضروری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تجوز الهبة حتى تقبض والصدقة تجوز قبل ان تقبض-(مصنف عبد الرزاق،باب الهبات:۱۰۷/۹)

ترجمہ : قبضہ سے پہلے ہبہ درست نہیں ہے اور صدقہ قبضہ سے پہلے درست ہے۔

قابل تقسیم چیزوں میں تقسیم ضروری ہے تقسیم کے بغیر ہبہ جائز نہیں ہے اسی پر صحابہ کرامؓ اور خلفاء راشدین کا اجماع ہے۔

روى عن سيدنا على رضى الله عنه انه قال:"من وهب ثلث كذا او ربع كذا لايجوز مالم

یقاسم،وکل ذلك بمحضر من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم ولم ینقل انه انکر علیهم منکر فیکون اجماعا۔(بدائع الصنائع، کتاب الهبة،حکم المشاع: ۱۲۱/۵)

اسی لئے علماء احناف کے نزدیک شئی موہوب کا مقسوم ہونا ضروری ہے اس کے بغیر ہبہ جائز نہیں ہے لیکن فقہ کی کتابوں سے واضح ہوتا ہے کہ

ثبوت ملک اور عدم ثبوت ملک کو ہی فقہاء کرام جواز ہبہ اور عدم جواز سے تعبیر کرتے ہیں چنانچہ علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں:

علم ان قوله تصح فی محوز مقسوم معناه انها تملك بهذه الشروط لا ان الصحة متوقفة علی القسمة لانه لووهب شائعا یقسم تصح الهبة من غیر ملك ولهذا لو قبضه مقسوما ملکه، ولو کان شرطا لصحة لاحتیج الی تجدید العقد کمالا یخفی۔(البحر الرائق، کتاب الهبة: ۴۸۸/۷)

اس عبارت سے واضح ہے کہ قبضہ سے قبل ہبہ درست ہو جائے گا لیکن ملکیت ثابت نہیں ہوگی کیونکہ ہبہ میں ثبوت ملک کے لئے قبضہ ضروری ہے یعنی شئی موہوب پر موہوب لہ کی ملکیت اسی وقت ثابت ہوگی جب وہ اس پر قابض ہو جائے گا، اور قابل تقسیم چیز میں اس کی تقسیم کے بعد ہی قبضہ مانا جائے گا۔اسی لئے جب تک مکان تیار ہو کر مستحق کے قبضہ میں نہ آجائے اس وقت تک احناف کے نزدیک اس مکان کو فروخت کرنا درست نہیں ہے کیونکہ قبضہ سے پہلے وہ اس کی ملک نہیں ہے۔ جب تک چیز ملکیت میں نہ آجائے اس کی بیع بالاتفاق ناجائز ہے۔

شوافع، مالکیہ، اور حنابلہ کے نزدیک مشاع چیزوں میں تقسیم سے پہلے بھی قبضہ اور ملکیت ثابت ہو جاتی ہے:

واختلفوا من هذا الباب فی جواز هبة المشاع غیر المقسوم فقال مالك والشافعی واحمد وابو ثور تصح۔ (بدایة المجتهد للعلامة ابن رشد: ۲۴۷/۲)

وقولهم ان وجوب القسمة یمنع صحة القبض لا یصح،فانه لم یمنع صحته فی البیع فکذا ههنا ومتی کانت الهبة لاثنین فقبضاه باذنه ثبت ملکهما فیه،وان قبضه احدهما ثبت الملك فی نصیبه۔(المجموع شرح المهذب : ۲۵۳/۱۶)

جب مکان تیار ہو جائے لیکن مستحقین یعنی جن لوگوں کے پاس مکان کی فائلیں موجود ہیں، ان کے درمیان مکان تقسیم نہ ہو اور یہ بات بھی متعین نہ ہو کہ کس کو کس نمبر کا مکان ملے گا تو ایسی صورت میں ائمہ ثلاثہ امام شافعیؒ، امام مالکؒ، اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک مالک سے مکان خریدنا درست ہوگا لیکن احناف کے نزدیک جائز نہیں ہوگا۔اس زمانہ میں مکان کی تجارت کا جو طریقہ رائج ہو چکا ہے اس کے پیش نظر اور لوگوں کی ضرورت کی وجہ سے احناف کے نزدیک بھی اس طرح مکان کی خرید وفروخت درست ہونی چاہئے۔

ج : کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مکان مکمل تیار ہو جانے اور مستحق کے قبضہ میں آجانے کے بعد اسے فروخت کیا جاتا ہے مگر حکومت پانچ یا دس سال تک اسے فروخت کرنے کی اجازت نہیں دیتی، اسی لئے یہ خرید وفروخت حکومت کی نظر میں غیر قانونی ہے، یہ مکان متعینہ مدت تک خریدار کے نام پر بھی نہیں ہوتا، اس فروخت کو منع کرنے کی ایک وجہ یہ ہوتی ہے کہ یہ جھونپڑی کے مکین نیا مکان فروخت کرکے دوبارہ کسی اور جگہ جھونپڑا باندھ کر بس جاتے ہیں، جس سے دوبارہ مسائل کھڑے ہو جاتے ہیں اور حکومت کا مقصد حاصل نہیں ہو پاتا، تو سرکاری قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اس مکان کی خرید وفروخت کا کیا حکم ہے؟

جواب : سلم علاقے میں جب مکان تیار ہو جائے اور مستحق یعنی جھونپڑی کے مکین کے قبضہ میں بھی آجائے لیکن حکومت ایک متعینہ مدت تک اس مکان کو فروخت کرنے کی اجازت نہیں دے تو اس مکان کی خرید وفروخت ناجائز ہے کیونکہ اس طرح مکان کی خرید وفروخت علانیہ طور پر قانون کی خلاف ورزی ہے، ایسا کرنا قانوناً جرم ہے، اس طرح کی تجارت کو فروغ دینے سے ہر انسان کے لئے اجتناب و پرہیز لازمی ہے۔ حکومت اپنی مہم اور اپنے منصوبوں کو پورا کرنے کے لئے خاصی رقم خرچ کرتی ہے تا کہ بے گھروں کو گھر نصیب ہو جائے، لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس مہم میں حکومت کا ساتھ دیں تا کہ حکومت کا مقصد پورا ہو۔ سرکار کو دھوکہ دے کر اس طرح مکان فروخت کرنے سے دوبارہ مسائل کھڑے ہو جائیں گے اور روپئے خرچ کرنے کے باوجود حکومت کا مقصد پورا نہیں ہوگا۔

سوال نمبر ۲ : حکومت خود مکانات بناتی ہے اور اپنے شہریوں میں قرعہ اندازی کے ذریعہ سستے داموں میں فروخت کرتی ہے البتہ قرعہ اندازی میں حصہ لینے والوں کا کچھ خاص شرائط پر پورا اترنا ضروری ہوتا ہے اس میں بھی قرعہ اندازی میں جس کا نام نکلتا ہے وہ از روئے قانون ایک متعینہ مدت تک مکان فروخت نہیں کرسکتا اس طرز پر مکانات کی خرید وفروخت میں بھی چند مسائل پیش آتے ہیں:

الف : بعض حضرات ان مکانات کی خریداری کی شرائط پر پورے نہیں اترتے مگر فرضی کاغذات، اور سرکاری افسران کو رشوت دے کر مکان خرید لیتے ہیں کیا یہ عمل درست ہوگا؟

جواب : مکانات کی خرید وفروخت اصلاً جائز کام ہے لیکن شرائط پر پورے نہیں اترنے کے باوجود، رشوت دے کر خود کو اس کا اہل ثابت کرنے میں مستحقین کی حق تلفی ہے اور دوسروں کا نقصان بھی ہے اسی لئے افسران کو رشوت دے کر مکان خریدنا درست نہیں ہے، اس کی وجہ سے حقدار محروم ہو جائیں گے۔ ایسے آدمی کے لئے رشوت دینا حرام ہے، اس پر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت ہے:

لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم الراشي والمرتشي۔ (سنن الترمذی: ۶۳۳/۳)

ترجمہ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر لعنت فرمائی۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعنة الله على الراشي والمرتشي-(ابن ماجه: ۳۱۰/۳)

ترجمہ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

ب : ایسے مکانات میں معذورین کے لئے بھی کوئی حصہ مختص ہوتا ہے ،اب اگر غیر معذور ،معذور شخص کے ڈاکیومنٹ (کاغذات) کی بنیاد پر یہ مکان خریدے اور معذور شخص کو اس کے کاغذات استعمال کرنے پر پہلے سے متعین کردہ رقم یا خوشی سے کچھ دے دے تو کیا معذور شخص کے لئے اس رقم کا لینا جائز ہوگا؟ نیز اس طرح خود اس کے مکان خریدنے کا کیا حکم ہوگا؟

جواب : حکومت کی جانب سے معذورین کو مکان کے سلسلے میں جو سہولتیں بہم پہنچائی جاتی ہیں،اور ان کے لئے مکانات میں جو حصہ مختص ہوتا ہے اس کے لئے حکومت کی طرف مخصوص شرائط کی پابندی کی جاتی ہے۔حکومت اس کی اجازت نہیں دیتی ہے کہ ان کے علاوہ اس حصہ کا کوئی اور فائدہ اٹھائے۔جو آدمی معذور نہ ہو اس کے لئے معذور شخص کے کاغذات کی بنیاد پر مکان خریدنا درست نہیں ہے۔یہ ایک طرح کی خیانت ہے۔کاغذات کے استعمال کے عوض میں معذور شخص کا کسی غیر معذور سے روپئے وصول کرنا بھی ناجائز ہے کیونکہ یہ ایسے حقوق ہیں جن کی بیع ،شرعا اور قانونا دونوں اعتبار سے ناجائز ہے۔البتہ اگر معذور شخص خود مکان خرید کر فروخت کرے تو یہ اس کے لئے جائز ہوگا،سرکاری قانون کے اعتبار سے اگر اس کی اجازت نہ ہو تو اس کو احتیاط کرنی چاہئے۔

ج : ان مکانات کی خرید کے لئے کاغذی کاروائی میں دلالوں کا اہم رول ہوتا ہے،ان کے بغیر کام ہونا بہت مشکل ہوتا ہے،تو کیا ان کے لئے اس کام کی دلالی لینا جائز ہوگا؟

جواب : دلالی (کمیشن) کو عربی زبان میں ”سمسرۃ“ اور دلال کو سمسار کہتے ہیں۔شریعت میں مباح کام کی دلالی جائز ہے۔

مشتری نے دلال کو کاغذات سپرد کرتے ہوئے کہا کہ اگر تم ،مجھے مکان خریدوا دوگے تو میں تمہیں دس ہزار روپئے دوں گا۔مدت متعین نہیں ہوئی بلکہ عمل کی تکمیل پر اجرت طے ہوئی ،اب اگر دلال ایک دن میں مکان دلادے تو اس کو دس ہزار روپئے مل جائیں گے،اور اگر سال بھر میں بھی نہ خریدوا سکا تو اس کو کوئی اجرت نہیں ملے گی اگر چہ کافی محنت کرے۔فقہاء کرام اس کو سمسرہ کہتے ہیں جو جعالہ کی ایک شکل ہے۔اس زمانہ میں زمین،مکان اور دوسرے سامان کی خریداری میں اسی طرح کی دلالی ہوتی ہے۔

ائمہ ثلاثہ یعنی امام شافعیؒ ،امام مالکؒ ،اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک اس طرح کی دلالی جائز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اجرت متعین اور مقرر ہو۔جمہور فقہاء کرام دلیل میں قرآن کریم کی یہ آیت پیش کرتے ہیں: قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ۝۷۲ (یوسف)

اس قرآنی آیت میں مدت مقرر نہیں کی گئی،نہ عمل کی مقدار مقرر ہے بلکہ عمل کے نتیجہ میں اجرت مقرر کی گئی اور کہا گیا کہ

جو بھی پیالہ لائے گا اس کو ایک اونٹ کے برابر راشن ملے گا۔ یہ شکل سمسرہ کی ہے، سابقہ امتوں کی شریعتیں ہمارے لئے دلیل ہیں جب تک کہ ہماری شریعت میں ان کی تردید نہ کی گئی ہو لہذا یہ ہمارے لئے بھی جائز ہے۔

احناف کے نزدیک بھی اس طرح کی دلالی جائز ہے۔ رد المحتار میں ہے:

قال فی البزازیة: اجارة السمسار والمنادی والحمامی والصکاك ومالا یقدر فیه الوقت ولاالعمل تجوز لما کان للناس به حاجة، ویطیب الاجر الماخوذ لو قدر اجر المثل وذکر اصلا یستخرج منه کثیر من المسائل۔(رد المحتار، کتاب الاجارة،باب الاجارة الفاسدة: ۶۴/۹)

المغنی میں صراحۃ موجود ہے کہ امام اعظم کے نزدیک اس طرح کی دلالی جائز ہے:

الجعالة فی رد الضلالة والا بق وغیرهما جائزه وهذا قول ابی حنیفة ومالك والشافعی ولا نعلم فیه مخالفا والاصل فی ذلك قول الله عز وجل " وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ "۔(المغنی لابن قدامة المقدسی: ۳۷۵/۶)

آج کل زیادہ تر معاملات میں بالخصوص زمین و مکان کی خرید وفروخت میں دلال کی اجرت فیصد کے حساب سے طے کی جاتی ہے یعنی اس سے یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں سامان کو جتنے میں بیچو گے اس کا دو فیصد تم کو ملے گا، دس فیصد تم کو ملے گا۔ اسے اس دور کی اصطلاح میں کمیشن ایجنٹ کہتے ہیں۔ علماء کرام کے نزدیک فیصد کے حساب سے بھی دلالی لینا جائز ہے۔

علماء کرام کے اقوال کی روشنی میں یہ واضح ہو جاتا ہے کہ مکانات کی خرید وفروخت میں دلالوں کے لئے دلالی لینا جائز ہے۔ اگر مدت اور اجرت دونوں طے ہوگئی تو مدت پوری ہونے پر اجرت لازم ہوگی اگر چہ عمل کی تکمیل نہ ہو پائے کیونکہ اس دلال کی حیثیت اجیر کی ہوگی جس کی اجرت لازم ہے۔ اور اگر مدت مقرر نہیں ہوئی، صرف عمل کی تکمیل پر اجرت طے ہوئی تو ایسی صورت میں جب تک دلال کام نہ کرلے اس وقت تک اس کو اجرت نہیں ملے گی اگر چہ وہ کافی محنت کرے۔ اگر مدت اور اجرت دونوں طے نہیں ہوئیں، اور دلال نے کام مکمل کر دیا تو وہ اجرت مثل کا مستحق ہوگا۔

کتابیات :

اس مضمون میں قرآن مجید کے بعد درج ذیل کتابوں کی عبارتیں مع حوالہ صفحہ پیش کی گئی ہیں۔

(۱) سنن ابی داؤد: الامام سلیمان بن اشعث السجستانی المتوفی ۲۷۵ھ

(۲) سنن الترمذی: الامام محمد بن عیسی الترمذی المتوفی ۲۷۹ھ

(۳) سنن ابن ماجة: الامام محمد بن یزید القزوینی المتوفی ۲۷۳ھ

(۴) مصنف عبد الرزاق: الامام أبو بکر عبد الرزاق بن همام الصنعانی

(۵) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع : العلامۃ علاء الدین أبو بکر بن سعود الکاسانی الحنفی المتوفی : ۵۸۷ھ

(۶) بدایۃ المجتھد و نھایۃ المقتصد : العلامۃ أبو الولید محمد بن أحمد القرطبی الشھیر بأبن رشد المتوفی :۵۹۵ھ

(۷) المغنی فی فقہ الإمام أحمد بن حنبل الشیبانی :العلامۃ أبو محمد موفق الدین عبد اللہ بن أحمد، الشھیر بأبن قدامۃ المقدسی المتوفی ۶۲۰ھ

(۸) المجموع شرح المھذب :الامام أبو زکریا محیی الدین یحیی بن شرف النووی المتوفی ۶۷۶ھ

(۹) البحر الرائق شرح کنز الدقائق :العلامۃ زین الدین بن إبراھیم المعروف بأبن نجیم المصری الحنفی (المتوفی :۹۷۰ھ

(۱۰) رد المحتار علی الدر المختار شرح تنویر الابصار : العلامۃ محمد امین الشھیر بأبن عابدین الحنفی المتوفی :۱۲۵۲ھ

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

شرح اشتہار

سہ ماہی مجلہ المجیب

دنیائے علم وادب کا مقبول عام سہ ماہی مجلہ ’’المجیب‘‘ خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ کا ترجمان — ایک دینی، علمی وادبی مجلہ ہے جو کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ ملک و بیرون ملک ہر جگہ اس رسالہ کو غیر معمولی مقبولیت حاصل رہی ہے۔ یہ رسالہ علماء، ادباء، معلمین و متعلمین، افسران وعہدہ داران بلکہ ہر خاص وعام کے ذوق مطالعہ میں رہتا ہے — اور ہر طبقہ و جماعت کے لوگ اس سے استفادہ کرتے ہیں۔

لہٰذا باذوق تاجرین اور تنظیم وتحریک کے مالکان سے پرخلوص گذارش ہے کہ اس مقبول ترین رسالہ میں اپنا اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں — اور اپنے نام و پتہ کے ساتھ پیشگی رقم ارسال فرمائیں۔ اشتہارات کی تفصیل حسب ذیل ہے :

ملٹی کلر اشتہار

پشت سرورق	مکمل صفحہ	8,000/-	نصف صفحہ	4,000/-	چوتھائی صفحہ	2,000/-
اندرون سرورق	مکمل صفحہ	7,000/-	نصف صفحہ	3,500/-	چوتھائی صفحہ	1,750/-

سادہ اشتہار

اندرون مجلہ	مکمل صفحہ	5,000/-	نصف صفحہ	2,500/-	چوتھائی صفحہ	1,250/-

خواہش مند حضرات اپنے اشتہارات کے ساتھ پیشگی رقم کا چیک یا ڈرافٹ ادارہ کو پہلی فرصت میں مرحمت فرمائیں تاکہ ان کے آرڈر کو حتمی شکل دی جاسکے۔ چیک یا ڈرافٹ کے ذریعہ رقم ارسال کرتے وقت صرف "DARULESHA'AT" تحریر کریں۔

مولاناشاہ امین عثمانی ندوی مرحوم
خاندانی پس منظر

(۱۵ر مئی ۱۹۵۶ء ـــ ۲ر ستمبر ۲۰۲۰ء)

● پروفیسر محسن عثمانی ندوی

این سلسلہ طلائے ناب است
این خانہ ہمہ آفتاب است

مولاناشاہ امین عثمانی ندوی کا ۲ر ستمبر ۲۰۲۰ء مطابق ۱۳ر محرم ۱۴۴۲ھ کو انتقال ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ وہ آل انڈیا فقہ اکیڈمی دہلی کے روح رواں اور منتظم اعلی تھے، ہندوستان اور بیرون ہند کے لوگوں سے ان کا رابطہ تھا، ان کے اندر بہت سی خوبیاں تھیں اور ان کے انتقال سے ہندوستان کی ملت اسلامیہ ایک دردمند دل اور منصوبہ ساز دماغ سے محروم ہوگئی، ان کے محاسن بہت سارے ہیں اور اہل علم ان کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کررہے ہیں اور بہت عرصے تک کرتے رہیں گے، لیکن راقم سطور نے لکھنے کے لیے وہ موضوع اختیار کیا ہے جس پر دوسروں کا قلم اٹھانا مشکل ہوگا، اور وہ ہے خاندانی پس منظر۔ ہر شخص کے لیے اپنے خاندانی پس منظر کا جاننا ضروری ہے تاکہ اسے معلوم ہو کہ وہ کس خاندان کا چشم چراغ ہے، علامہ اقبال نے اپنے بیٹے کو خاندان کا تعارف کراتے ہوئے یہ شعر کہا تھا:

جس گھر کا مگر چراغ ہے تو
ہے اس کا مزاج عارفانہ

شاہ امین عثمانی ندوی کا تعلق بھی ایسے ہی خاندان سے تھا، جس کا مزاج عارفانہ تھا، جناب شاہ امین عثمانی ندوی کے جد امجد پانی پت کے مشہور بزرگ خواجہ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتیؒ تھے، یہ سلسلہ چشتیہ صابریہ کے مشہور بزرگ ہیں، مغربی یوپی کا شہر جلال آباد ان کے نام پر رکھا گیا ہے خواجہ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتیؒ کا نام محمد کبیر تھا، کبیر اولیاء کے لقب

سے معروف ہوئے ان کے پیر اور مرشد روحانی حضرت شمس الدین ترک پانی پتیؒ تھے جلال الدین کبیر اولیا اور ان کے مرشد دونوں کی قبر پانی پت میں ہے، مرشد شمس الدین ترک پانی پتی کے تنہا ایک ہی خلیفہ حضرت جلال الدین کبیر الاولیاء تھے، دستاویز خلافت عربی زبان میں دی گئی، جس کا ترجمہ یہ ہے:

''عطا کیا میں نے خرقہ اور عصا اور مقراض اور پیالہ محمد بن محمود بن یعقوب کو اور مخاطب کیا میں نے ان کو اسماء حسنی کے ایک اہم خطاب سے اور وہ خطاب جلال الدین ہے''۔

حضرت شمس الدین ترک پانی پتی کے پیر حضرت صابر کلیریؒ تھے، یعنی حضرت صابر کلیری جلال الدین کبیر اولیاءؒ کے مرشد کے مرشد یعنی دادا پیر تھے، حضرت صابر کلیریؒ کے تنہا ایک ہی خلیفہ حضرت شمس الدین پانی پتیؒ تھے، اور حضرت شمس الدین پانی پتی کے تنہا ایک ہی خلیفہ خواجہ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی تھے، اور اس کے بعد خواجہ جلال الدین کبیر الاولیا کے بہت سارے خلفا ہوئے جن سے چشتی سلسلہ کو فروغ ہوا، اور ان میں سب سے مشہور نام حضرت شیخ احمد عبد الحق ردولویؒ کا ہے۔

حضرت جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی کا تذکرہ تصوف کی بہت سی کتابوں میں موجود ہے عصر حاضر میں شیخ طریقت حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ بادی نے اپنی کتاب اقوال سلف حصہ چہارم میں شیخ پانی پتی کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں ان کے علاوہ معروف عالم دین اور مصنف مولانا محمد میاں نے بھی اپنی کتاب ''بزرگان پانی پت'' میں ان کا تذکرہ کیا ہے:

''آپ کا سلسلہ نسب حضرت عثمان غنی تک پہونچتا ہے آپ کے خاندان کے خواجہ عبد الرحمن گازرونی سلطان محمود غزنوی کے ساتھ ہندوستان پر حملہ میں شریک تھے۔ شاہی فرمان کے ذریعہ پانی پت کا پورا علاقہ آپ کے سپرد کیا گیا آپ ہی کی اولاد میں کبیر الاولیاء محمد جلال الدین ہیں''۔

تصوف کی مشہور کتاب ''سیر الاقطاب'' فارسی میں ہے اس میں بھی ان کا تذکرہ ہے فارسی عبارت کا ترجمہ یہ ہے:

''بچپن ہی سے اللہ کی محبت اور شوق درگاہ الہی کا جذبہ آپ کی اوقات عزیز کے گریبان سے الجھا ہوا تھا، اکثر ایسا ہوتا کہ اسی ذوق وشوق میں آپ کسی جنگل میں پہونچ جاتے اور اللہ تعالی کے ذکر میں مشغول رہتے۔ حضرت شیخ بوعلی قلندر پانی پتی ان پر نظر عنایت رکھتے وہ ہر روز جلال الدین اولیاء کو دیکھنے جاتے اگر حضرت کبیر اولیاء موموجود نہ ہوتے تو وہاں چلے جاتے جہاں وہ گئے ہوتے''۔

حضرت مخدوم جلال الدین کبیر اولیا کے اخلاق وکردار کی تعمیر میں حضرت بوعلی قلندر صاحب کا بہت بڑا حصہ ہے۔ اسی لئے محبوب حقیقی اللہ تعالی کی طلب خواجہ محمد جلال الدین کبیر الاولیاء کی شخصیت میں اس طرح سرایت کر گئی تھی پھولوں میں جس طرح باد سحر گاہی کا نم سرایت کر جاتا ہے۔ حضرت بوعلی قلندر سے اس درجہ قربت کے باوجود بیعت وہ حضرت خواجہ شمس الدین ترک سے ہوئے۔ پہلے انہوں نے شیخ بوعلی قلندر سے بیعت ہونے کی درخواست کی لیکن شیخ بوعلی قلندر نے بیعت نہیں کی اور جب

شیخ شمس الدین ترک پانی پت آئے تو ان سے جلال الدین کبیر الاولیاء کی بیعت کا انتظام کیا اس بیعت کے بعد حضرت کبیر اولیاء طویل عرصہ تک اپنے مرشد کی خدمت میں رہے اور ان کی خدمت کرتے رہے اور ان کے روحانی فیوض وکمالات سے مالامال ہوئے۔

تصوف کی کتاب سیر الاقطاب میں مخدوم کبیر الاولیاء کی بہت سی کرامتیں بیان کی گئی ہیں جو ہم جیسے لوگوں کو جو مادے اور معدے کے ساختہ پرداختہ اور عقل ظاہری کے پروردہ ہیں آسانی کے ساتھ سمجھ میں نہیں آتی ہیں۔کتاب میں مذکور ہے:

''مخدوم کبیر الاولیاء جہاں جاتے پلک ایک جھپکے میں وہاں پہونچ جاتے پھر اسی طرح واپس آجاتے خواہ وہ مقام کتنا ہی دور ہوتا چنانچہ جمعہ کی نماز اکثر آپ خانہ کعبہ میں ادا کرتے۔''

سیر الاقطاب میں خواجہ جلال الدین کبیر الاولیاء کے حالات میں مذکور ہے کہ آپ اگرچہ اپنی ذاتی زندگی میں زہد وقناعت اور سادگی اور تواضع اور فقیرانہ گذر بسر کا طریقہ اختیار کرتے تھے لیکن آپ کے یہاں لوگوں کا رجوع عام تھا اور آپ کے مطبخ میں ہر روز ایک ہزار آدمیوں کا کھانا تیار ہوتا تھا آپ کا لنگر آپ کے دادا پیر حضرت صابر کلیری کے دسترخوان کی طرح وسیع تھا۔دسترخوان ہر مذہب اور قوم کے لوگوں کے لئے کھلا رہتا تھا۔آپ کے گھر میں کچھ نہ ہوتا درویشانہ اور فقیرانہ زندگی تھی لیکن باہر سے آنے والوں کے لئے بڑا اہتمام تھا دریا دلی اور سخاوت تھی،حضرت مخدوم جلال الدین کو جو لوگ نذرانے دیتے وہ سب مہمانوں پر خرچ کرتے اپنی ذات پر بالکل کچھ بھی خرچ نہیں کرتے اپنی فقیرانہ اور درویشانہ زندگی کو ہر تنعم وآسائش سے دور رکھتے،آپ اندرون خانہ فاقہ مست اور باہر کے لوگوں کے لئے بادشاہوں سے زیادہ تونگر اور سخی تھے۔خلق خدا سے ہمدردی نے آپ کا مرتبہ بہت بلند کردیا تھا اور آپ بہت مستجاب الدعوات تھے اور آپ سے کرامتوں کا صدور بہت ہوتا تھا''بزرگان پانی پت'' مرتبہ مولانا محمد میاں میں حضرت جلال الدین پانی پتی کا سن وفات ۷۶۵ھ مذکور ہے۔تدفین پانی پت میں ہوئی،حضرت شاہ بوعلی قلندر کے مرقد سے دو تین فرلانگ کے فاصلہ پر آپ کا مزار ہے۔

حضرت جلال الدین کبیر اولیاء کا آل عثمان بن عفان سے ہونا معروف اور مستند ہے،عثمانی خاندان کی پانی پت کی شاخ علمی خدمات اور تصنیفات کے اعتبار سے بہت بارآور ثابت ہوئی،مولانا رحمت اللہ کیرانوی (عثمانی) مشہور زمانہ کتاب ''اظہار الحق'' کے مصنف ہیں۔ان کے بھی خاندانی بزرگ خواجہ جلال الدین کبیر اولیاء پانی پتی تھے،اور مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی یہ مشہور زمانہ کتاب ''اظہار الحق'' ردعیسائیت میں لکھی گئی ہے،اور یہ عالم اسلام کی بہت مقبول اور متداول کتاب ہے،جس کے انگریزی اور دیگر زبانوں میں ترجمے ہوچکے ہیں،پاکستان کے مشہور عالم مولانا محمد تقی عثمانی نے ''بائیبل سے قرآن تک'' کے نام سے تین جلدوں میں اس کا ترجمہ کیا ہے،مشہور مناظر احمد دیدات اس کتاب کے ماہر اور غواص تھے،اور ان کی علمی اور مناظراتی فتوحات کا اصل سرچشمہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی یہی کتاب ''اظہار الحق'' ہے،شیخ احمد دیدات کو فیصل ایوارڈ بھی مل چکا تھا اور

ہندوستان میں ان کے تربیت یافتہ مشہور مبلغ اور مناظر ذاکر نائک تھے، کتاب کی نئی اشاعت کے وقت اس کا عربی مقدمہ مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے لکھا ہے، اور انہوں نے اس کی صراحت کی ہے کہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی پانی پتی نسبی اعتبار سے عثمانی تھے، پانی پت کے عثمانی خاندان میں ایک اور شخصیت علمی دنیا میں بہت معروف ہوئی ہے، اور وہ تفسیر مظہری کے مصنف قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ (عثمانی) ہیں، اور ان کی یہ تفسیر مظہری بارہ جلدوں میں ہے، جس کا ندوۃ المصنفین سے اردو ترجمہ بیس جلدوں میں شائع ہوا ہے، اصل تفسیر عربی زبان میں ہے اور ہندوستان میں جو تفسیر کا لٹریچر تیار ہوا ہے اس میں اس تفسیر کی ایک بہت امتیازی شان ہے۔ پانی پت اور بہار کے عثمانی خاندان کے مورث اعلی ایک ہی ہیں، مولانا شاہ جلال الدین کبیر اولیاء عثمانی پانی پتی۔ اور حضرت جلال الدین کبیر اولیا کے جد امجد خواجہ عبدالرحمن گازرونی ہیں جو فاتح ہند سلطان محمود غزنوی کی فوج کے ساتھ سرزمین ہند میں داخل ہوئے تھے۔ گویا امین عثمانی صاحب کے جد اعلی وہ ہیں جنہوں نے محمود غزنوی کی قیادت میں ہندوستان فتح کیا تھا۔

حضرت جلال الدین کبیر اولیاء پانی پتی کے خاندان کی ایک شاخ ثمر دار بہار آ گئی حضرت مخدوم جلال الدین کے پر پوتے سلیمان بن عبدالقدوس اور ان کے لڑکے خواجہ داؤد یہ دونوں بہار کے متوطن ہوگئے اور دونوں کی قبریں بہار شریف میں محلہ بیگن آباد کے قبرستان میں ہیں یہ محلہ آج محلہ میر داد کے قریب ہے۔ پانی پت کے عثمانی خاندان کے یہ دونوں بزرگ تحصیل علم ظاہری اور علم باطنی (تصوف) کے لئے بہار تشریف لائے کیونکہ بہار اس وقت مخدوم شرف الدین یحی منیری کی وجہ سے مشہور اور مرجع خلائق بن گیا تھا خواجہ داؤد کی شادی بہار شریف کے ایک سید خاندان میں ہوئی، اس وقت سے آج تک بہار کے عثمانی خاندان اور سادات کے درمیان مصاہرت کا رشتہ قائم ہوتا رہا ہے اور سرکاری دستاویزات میں عثمانیوں کو قوم سادات لکھا جاتا رہا ہے۔ خواجہ داؤد کی اس شادی سے ایک صاحب زادے تولد ہوئے جن کا نام خواجہ اسحاق تھا۔ وہ خواجہ مخدوم شعیب کی تربیت میں رہے مخدوم شعیب کے والد شیخ جلیل الدین تھے جو مخدوم شیخ شرف الدین یحیی منیری کے بھائی تھے، یعنی خواجہ اسحاق عثمانی مخدوم شرف الدین یحیی منیری کے بھتیجے کی دینی اصلاحی روحانی تربیت میں رہے۔

مذکورہ بالا سطروں سے معلوم ہوا کہ پانی پت کا عثمانی خاندان بہار شریف کے قصبہ تک کیسے پہونچا اس کے بعد شاہ اسحاق عثمانی کے پوتے مخدوم برہان الدین عثمانی کی شادی گیا شہر سے تین میل دور بیتھو نامی مقام پر حضرت مخدوم درویش کی صاحب زادی سے ہوئی۔ مخدوم درویش سید اشرف جہاں گیر سمنانی کچھوچھوی کی بہن کی اولاد میں سے ہیں۔ مخدوم برہان الدین کی بر دیورہ ضلع گیا میں ہے اور ان کی اولاد ضلع گیا کی چار بستیوں دیورہ، سملہ (گیا ضلع تھانہ رفیع گنج۔ اب موجودہ ضلع اورنگ آباد) پیر بیگھا اور مکارم چک میں آباد ہے۔ امین عثمانی صاحب کے والد دادا پر دادا سب سملہ میں آباد رہے، اس پورے خاندان کا مزاج تصوف کا مزاج ہے، فقیرانہ انداز ہے اور بادہ معرفت میں سرشار رہنا ہے، حصن حصین کی دعاؤں کو معمول میں شامل رکھنا ہے، اور تصوف کی کتابوں کا مطالعہ کرتے رہنا ہے، کیمیائے سعادت اور مکتوبات صدی، مثنوی مولانا روم خاندان میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتابیں

تھیں دور آخر میں فارسی کا زور ٹوٹ گیا اور مثنوی مولانا روم کا چلن بھی کم ہوگیا، پہلے خاندان میں خط وکتابت فارسی زبان میں ہوتی تھی، امین عثمانی صاحب کے والد شاہ عیسی عثمانی کے پردادا منشی محمد علی صاحب کے عارفانہ مکتوبات فارسی زبان میں موجود ہیں جن کا اردو ترجمہ جناب شاہ طاہر عثمانی مرحوم صاحب سجادہ خانقاہ سملہ نے اردو زبان میں ''مکتوبات محمدی'' کے نام سے کیا ہے، مکتوبات محمدی کی منظوم تاریخ تصنیف امین عثمانی صاحب کے دادا شاہ غلام شرف الدین عثمانی صاحب (عرف شریف) نے اس طرح کہی تھی:

تالیف نمود چوں کمالی ۞ ایں نامہ بے مثال وزیبا

تاریخ نوشت کلک تمکیں ۞ مجموع خطوط دولت افزا

خاندان کے اکثر بزرگ بیعت وارشاد کا مشغلہ رکھتے ہیں۔اس وقت سملہ کی خانقاہ کے سجادہ نشیں ابو دجانہ تسنیم عثمانی ندوی ہیں یہ بہار کا فردوسی سلسلہ ہے۔جناب امین عثمانی ندوی مرحوم اسی سلسلہ فردوسیہ میں انتقال سے چند مہینہ پہلے بیعت بھی ہوگئے تھے۔خاندان کا عارفانہ رنگ ان پر بھی اخیر میں غالب آگیا تھا۔سملہ اور دیورہ کے عثمانی خاندان کی رشتہ داریاں بہار شریف پھلواری شریف بہار شریف اسلام پور میں ہیں، امین عثمانی صاحب کے والد شاہ عیسی عثمانی صاحب کی چچازاد بہن پھلواری شریف میں حضرت شاہ قمر الدین صاحب سے منسوب تھیں جو بہار کے امیر شریعت تھے اور امیر شریعت اول حضرت شاہ بدرالدینؒ کے صاحب زادے اور امیر شریعت ثانی حضرت مولانا شاہ محی الدین صاحب کے بھائی تھے۔اور خانقاہ مجیبیہ کی اہم شخصیت تھے۔ بہار کے عثمانی خاندان نے اپنے شجرہ نسب کی بہت زیادہ حفاظت کی، بچوں کو تختی لکھائی جاتی تھی اور اس پر نسب نامہ لکھ کر یاد کرایا جاتا تھا اور شادیوں میں نسب کی حفاظت کی مبالغہ آمیز طور پر کوشش کی جاتی تھی جس کا شریعت نے بالکل مکلف نہیں کیا ہے۔نسب نامہ ہر دور میں تحریری طور پر محفوظ رہا لیکن دینی مزاج کی وجہ سے کبھی اس پر فخر نہیں کیا گیا۔ بہار میں بہت سے شریف خانوادے اور سید زادے نسبی ترفع کا بہت اظہار کرتے رہے ہیں اور ذات پات کی عصبیت کا شکار ہوتے رہے ہیں لیکن عثمانی خانوادہ کے لوگ بالعموم اس نسبی ترفع اور خاندان پر فخر کے مرض سے دور رہتے آئے ہیں اور نسب کی بنیاد پر کسی کی بے احترامی اور بے توقیری نہیں کرتے ہیں۔

جناب مولانا شاہ امین عثمانی ندویؒ کے والد کا نام شاہ محمد عیسی عثمانی فردوسی (۱۹۱۰۔۱۹۷۲) تھا، ان کی ابتدائی تعلیم وتربیت دارالعلوم ندوۃ العلماء، مدرسہ امینیہ اور دارالعلوم دیوبند میں ہوئی، لیکن عربی دینی علوم کی تعلیم مشکل سے متوسطات تک ہوئی تھی، کہ ان کو جامعہ ملیہ اسلامیہ بھیج دیا گیا یہاں انہوں نے ڈپلوما ان ایڈوکیشن کی سند حاصل کی، تعلیم گاہ جامعہ ملیہ کی حریت پسند مسلمانوں میں بڑی مقبولیت تھی، جامعہ ملیہ میں ڈاکٹر ذاکر حسین خاں کے وہ شاگرد بھی رہے، لیکن خاندانی مزاج اور تصوف کا ذوق اور فردوسی سلسلہ کا رنگ عبادت ان پر بہت زیادہ غالب تھا، اس لیے وہ جامعہ ملیہ کو بھی چھوڑ کر وطن آگئے، اور عبادت وریاضت اور مجاہدات میں مشغول رہے، ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب کا اپنے طلباء سے خاص تعلق ہوتا تھا، انہوں نے ان کو

بلانے کی کوشش کی، لیکن وہ دوبارہ جامعہ نہیں گئے، شاہ امین عثمانی ندوی کے چھوٹے چچا شاہ محمد عثمانی تھے جو نقیب کے ایڈیٹر اور متعدد کتابوں کے مصنف تھے سو سال سے زیادہ کی عمر میں انہوں نے مکہ معظمہ میں وفات پائی اور جنت المعلی میں مدفون ہوئے ان کے ایک اور منجھلے چچا شاہ الیسع عثمانی (معروف بہ عبد الرحمن عثمانی) تھے جو بہار کی انڈ پنڈنٹ پارٹی کے سرگرم کارکن تھے اس پارٹی کے بانی مولانا سجاد رحمۃ اللہ علیہ تھے جو امارت شرعیہ کے بھی بانی تھے انہوں نے چند سال حجاز میں بھی قیام کیا اور وہ اپنے خاندان کے رنگ میں عبادت گزار تھے، شاہ امین عثمانی ندوی کی ایک پھوپھی تھیں جنکا نام ام حبیبہ تھا ان کے شوہر سید عبد الصمد صاحب ڈمراواں تھانہ استھاواں کے رہنے والے تھے وہ بھوپال میں رہے کیونکہ ان کے بھائی ڈاکٹر عبد الرحمن بھوپال میں چیف میڈیکل افسر کے عہدہ پر تھے امین عثمانی صاحب کے دادا شاہ شریف عثمانی (اصل نام، شاہ غلام شرف الدین عثمانی) سملہ میں ایک اوسط درجہ کے زمیندار تھے وہ اپنی بیٹی ام حبیبہ کے پاس بھوپال آئے ہوئے تھے، وہیں ان کا انتقال ہوا، اور وہیں مدفون ہوئے۔ امین عثمانی صاحب ندوی کی چار بہنیں اور تین بھائی تھے ایک بہن کا انتقال ہو چکا ہے، ایک بھائی کا بھی انتقال ہو چکا ہے جو طبیب حاذق تھے اور جن کا نام شاہ ایوب عثمانی تھا۔ ایک بڑے بھائی جناب شاہ یونس عثمانی ہیں جو رام پور میں ماشاء اللہ بقید حیات ہیں اور وہ وہاں جماعت اسلامی کے اسکول میں استاد تھے اور وہ مولانا سید عروج احمد قادری صاحب مرحوم ایڈیٹر ماہنامہ زندگی کے داماد ہیں۔ مولانا امین عثمانی صاحب کا نسب نامہ اس طرح سے ہے:

امین عثمانی بن شاہ عیسی عثمانی بن غلام شرف الدین بن عبد العلی بن محمد علی بن غلام امام بن جار اللہ بن محمد اعظم بن ملا کبیر بن معروف بن منصور دانشمند بن مخدوم برہان لدین بن خواجہ برخوردار بن خواجہ اسحاق بن خواجہ داؤد بن خواجہ سلیمان بن خواجہ عبد القدوس بن جلال الدین محمد کبیر اولیاء پانی پتی بن محمود بن یعقوب بن عیسی بن اسماعیل بن محمد بن ابی بکر بن علی بن عثمان بن عبد اللہ بن شہاب الدین بن عبد الرحمن دازلونی بن عبد العزیز سرخسی بن خالد بن ولید بن عبد العزیز بن عبد الرحمن بن عبد اللہ ثانی بن عبد العزیز بن عبد اللہ کبیر بن امیر عمرو بن سیدنا عثمان غنیؓ۔

بلند مرتبہ جد امجد اعلی خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنیؓ کی ایک زوجہ محترمہ حضرت امیر عمرو کی والدہ ہیں اور ان کا نام ام عمرو بنت جندب دوسی تھا حضرت امیر عمرو کی دس اولاد ہیں (۱) عثمان الاکبر (۲) خالد (۳) عبد اللہ کبیر (۴) عثمان الاصغر (۵) عبد اللہ الاصغر (۶) بکیر (۷) مغیرہ (۸) عفیتہ (۹) عمر (۱۰) ولید۔

حضرت عثمان غنی کے پوتے عبد اللہ کبیر کی اولاد میں خالد، عائشہ، عبد العزیز، آمنہ، ام عبد اللہ ہیں۔ حضرت عثمان غنی کے پوتے حضرت عبد اللہ کبیر کی والدہ کا نام حفصہ تھا یہ حضرت عمر فاروق کے صاحب زادے حضرت عبد اللہ کی بیٹی تھیں۔ حضرت عبد اللہ کبیر نہایت حسین اور شکیل تھے اور حسن وزیبائی کی وجہ سے مطرف کے لقب سے مشہور تھے۔

امین عثمانی ندوی صاحب کے جد امجد حضرت جلال الدین کبیر اولیاء پانی پتی تھے جن کی شہرت چشتی سلسلہ کی وجہ سے

ہے ورنہ اصل میں سب سے بڑے جدامجد اعلی حضرت جلال الدین کبیر اولالیاء سے دس پشت او پر خواجہ شہاب الدین کے والد عبدالرحمن گازرونی تھے جوسلطان محمود غزنوی کے ساتھ ہندوستان آئے اور پانی پت کے حاکم اور قاضی بنے، ان کی قبر بھی پانی پت میں موجود ہے اس کا تذکرہ مولانا رحمۃ اللہ کیرانوی کی کتاب اظہار الحق کے مقدمہ میں موجود ہے جوحضرت مولانا علی میاں ندوی کے قلم سے ہے ۔قدیم زمانہ میں فاتحین اور لشکر اسلام کی فوج میں علماء کو شامل کیا جاتا تھا اور مختلف دیار وامصار کا ان کو قاضی بنایا جاتا تھا، چنانچہ پانی پت میں خاندان عثمانی میں بہت سے لوگ اپنے نام کے ساتھ قاضی لکھا کرتے تھے، یہ دراصل حضرت خواجہ عبدالرحمن گازرونی کی طرف نسبی نسبت ہے جو اسی دیار کے قاضی تھے۔

خاندان پر اور آباء واجداد پر اور نسب پر فخر وافتخار کی اجازت نہیں ہے لیکن خاندان کی اچھی خصوصیات کو جذب کرنے کے لئے انکا تذکرہ مستحسن ہے بقول شاعر:

باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر از بر ہو
پھر پسر لائق میراث پدر کیوں کر ہو

کتابیات :

(۱) کتاب الانساب ــــ مرتبہ عبدالودود عثمانی
(۲) حالات وخدمات شاہ محمد عثمانی ــــ مرتبہ ڈاکٹر مؤمنہ خاتون
(۳) اظہار الحق مولانا رحمۃ اللہ کیرانوی ــــ مقدمہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی
(۴) اقوال سلف، شیخ طریقت ــــ مولانا محمد قمر الزماں الہ آبادی
(۵) بزرگان پانی پت ــــ مؤلفہ مولانا محمد میاں
(۶) پروفیسر محسن عثمانی ندوی حالات اور علمی ادبی خدمات ــــ مرتبہ محمد ناہید حسن

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

اپیل

مضمون نگاروں سے اپیل ہے کہ ’’المجیب‘‘ میں اشاعت کے لئے مسودہ کی اصل کاپی بھیجیں۔ عکسی کاپی ناقابل اشاعت ہوگی۔

منیجر

سہ ماہی ’’المجیب‘‘ پھلواری شریف، پٹنہ

تیسری قسط

مرا چون گذر بر عراق اوفتاد
(سفرنامۂ عراق)

● پروفیسر سید محمد اسد علی خورشید—— ڈائریکٹر، مرکز تحقیقات فارسی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

قارئین کرام! ''المجیب'' کے گذشتہ دو شماروں میں شائع اس سفرنامے کی دو قسطوں میں آپ نے عراق کی اجمالی تاریخ، مختصر جغرافیائی حالات، اس خطے کی صدیوں پر محیط سیاسی نشیب و فراز اور تہذیب و فرہنگ کی داستان، سرخیل اولیا حضرت سیدنا غوث الثقلین، غوث الاعظم، پیر پیراں، سید محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور ان کے دو صاجزادوں کے یہاں حاضری، حجۃ الاسلام امام غزالی، شیخ ابوبکر شبلی، ابو الحسین نوری، امام اعظم ابوحنیفہ، ذوالنون مصری، سری السقطی، سید الطائفہ جنید بغدادی، علامہ آلوسی، حضرت یوشع بن نون علیہ السلام، بہلول دانا اور ابراہیم الخواص کے یہاں حاضری کی روئیداد اور حقائق و احوال ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ تیسری قسط میں آگے کی تفصیلات ہدیۂ قارئین ہیں—— (ادارہ)

حضرت ابراہیم خواص سے منسوب اس مرقد کی زیارت کے بعد ہم لوگ کرخ میں واقع حضرت معروف کرخی کے مرقد کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے۔

حضرت سیدنا معروف کرخی رضی اللہ عنہ :

حضرت معروف کرخی طبقہ اول کے قدیم مشائخ میں سے ہیں اور حضرت سری سقطی کے استاد و مرشد تھے۔ ان کی کنیت ابومحفوظ ہے اور ان کے والد کا نام فیروز تھا۔ ابومحفوظ معروف بن فیروز یا فیروزان، دبستان بغداد کے مشہور و معروف صوفی اور زاہد تھے اور ان کی نسبت الکرخی، کرخ کی وجہ سے ہے جو بغداد کا ایک محلہ ہے۔ مشہور ہے کہ حضرت معروف کرخی کے والدین عیسائی تھے اور ان کے والد حضرت امام علی بن موسی رضا رضی اللہ عنہما کے دربان تھے اور ان ہی کے ہاتھ پر قبول اسلام کیا۔

حضرت معروف کرخی نے حضرت داؤ دطائی کی صحبت سے فیض پایااور بہت زیادہ ریاضت ومجاہدہ اورعبادت کی اور طریقت میں ایسے مقام پر فائز ہوئے کہ مشارٌ الیہ ہو گئے ۔محمد بن منصورطوسی کا بیان ہے کہ میں ایک دن معروف کرخی کے پاس گیا تو دیکھا کہ ان کے چہرے پر چوٹ کا نشان ہے ۔میں نے عرض کیا کہ کل میں آپ کے پاس آیا تھا تو یہ نشان نہ تھا۔ یہ کیسا نشان ہے؟ معروف کرخی نے حیلے کیے اور کہا کہ اپنے کام سے کام رکھو۔لیکن جب میں نے اصرار کیا اورانہیں قسم دی تو انہوں نے بتایا کہ کل رات میں نماز پڑھ رہا تھا اور سوچا کہ مکہ جاؤں اور طواف کروں ۔ چنانچہ جب میں زمزم کی طرف جارہا تھا تو میرا پیر پھسل گیااور میں منھ کے بل گر پڑا، یہ اسی کا نشان ہے ۔حضرت معروف کرخی کے شیخ ،داؤ دطائی نے ۱۶۵ھ میں وصال کیا جب کہ معروف کرخی کا وصال ۲۰۰ھ میں ہوا۔معروف کرخی کا مرقد بغداد کے کرخ میں سطح زمین سے بہت بلندی پر واقع ہے ۔اوپر جانے کے لیے دونوں طرف زینے بنے ہوئے ہیں اور درمیان میں اوپر چڑھتی ہوئی سڑک بھی ہے ۔اوپر پہنچ کر سب سے پہلے ایک نہایت عالی شان اورمزین ومرصع اوروسیع وعریض مسجد میں داخلہ ہوتا ہے ۔مسجد کے منبر کے بغل میں اس حجرے میں داخلے کا راستہ ہے جس میں حضرت معروف کرخی کی ضریح واقع ہے ۔وہ حجرہ بھی بہت آراستہ و پیراستہ ہے اور دیواروں پر آیات قرآنی کے کتبات کندہ ہیں ۔حضرت معروف کرخی کے آستانے پر حاضری کی یہ خاص بات رہی کہ منتظمین نے ہم لوگوں کی زیارت کے لیے اصل قبر والے تہہ خانے کو بھی کھول دیا اور ہم پچاس ساٹھ زینے نیچے اتر کر اس حصہ میں جہاں اصل مزارمبارک واقع ہے، حاضر ہوئے ۔اس تہہ خانے میں پانچ محرابی چھوٹے چھوٹے حجرے ہیں ۔ایک حجرے میں مزار مبارک واقع ہے جس کا دروازہ بند ہے اور ایک حجرہ حضرت سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی چلہ گاہ سے موسوم ہے ۔ اس حجرہ کی بلندی اتنی نہیں ہے کہ اس میں سیدھا کھڑا ہوا جاسکے ۔راقم کو اس چلہ گاہ حضرت غوث اعظم میں بھی کچھ دیر بیٹھنے کا موقع ملا۔اسی تہہ خانے میں حضرت معروف کرخی کا ایک کنواں بھی موجود ہے جس کا شوراورکھارا پانی بھی پینے کا موقع ملا۔ہم لوگوں نے کچھ وقت وہاں بسر کیا پھر زینوں سے اوپر چلے آئے ۔مسجد معروف کرخی کے صدر دروازے پر ایک بڑا سا بینر لگا ہوا ہے جس پر یہ عبارت تحریر تھی:

"مرقد حضرة الشیخ معروف الکرخی المتوفی سنة ۲۰۰ھ"

مسجد کا صدر دروازہ، مسجد اور روضے کے گنبد اور ضریح کی جالی وغیرہ نہایت دیدہ زیب اور دلکش وخوبصورت ہیں ۔

ہم لوگوں کو بہت دیر ہو چکی تھی اور صبح کے نکلے ہوئے تھے تقریباً دوپہر کے تین بج رہے تھے ۔لہٰذا ہم لوگ حضرت معروف کرخی کے یہاں سے ہوٹل واپس آئے اور کھانا کھا کر آرام کیا گیا۔پھر نماز عصر پڑھ کر ہم لوگ نکلے اور المید ان میں واقع حضرت امام احمد بن حنبل کے یہاں حاضری کے لیے روانہ ہوئے ۔

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ :

امام ابوعبداللہ احمد بن محمد حنبل شیبانی ذہلی کی ولادت باسعادت ۱۶۴ھ مطابق ۷۸۰ء میں بغداد میں ہوئی۔ آپ مشہورومعروف فقیہ، محدث، اہل سنت کے ائمہ اربعہ میں سے ایک، مجتہد اور فقہ حنبلی کے مؤسس تھے۔ آپ اسلام کی نہایت اولوالعزم شخصیتوں میں سے تھے اور اسلام کے تاریخی ارتقا اور جدید احیا پر آپ کا گہرا اثر پڑا ہے۔ امام احمد حنبل کی پوری زندگی سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عبارت ہے اور آپ امام فی الحدیث، امام فی القرآن، امام فی الفقہ، امام فی الفقر، امام فی الزہد، امام فی الورع اور امام فی السنۃ تھے۔ اپنے عہد کے سب سے بڑے عالم حدیث اور مجتہد تھے۔ امام احمد بن حنبل نسلاً عرب اور ربیعہ کی ایک شاخ بنوشیبان میں سے تھے، جنہوں نے عراق وخراسان کی فتح میں سرگرمی سے حصہ لیا تھا۔ امام احمد حنبل کے خاندان کی سکونت پہلے بصرہ میں تھی۔ لیکن ان کے دادا حنبل بن ہلال جو بنوامیہ کی طرف سے سرخس کے والی اور بنوعباس کے ابتدائی حامیوں میں سے تھے، مرو میں جا آباد ہوئے۔ احمد حنبل کے والد محمد بن حنبل جو خراسانی فوج میں ملازم تھے، ربیع الثانی ۱۶۴ھ میں بغداد منتقل ہو گئے اور چند ماہ بعد وہیں حضرت امام احمد بن حنبل کی ولادت ہوئی۔

امام احمد نے بغداد میں علم لغت، فقہ اور حدیث کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۷۹ھ مطابق ۷۹۵ء میں اپنے آپ کو علم حدیث کی تحصیل کے لیے وقف کر دیا اور اس سلسلہ میں عراق، حجاز، یمن اور شام کے اسفار کیے۔ آپ نے حدیث اور فقہ کی تحصیل بہت سے اساتذہ سے کی۔ آپ کے اساتذہ میں قاضی ابویوسف، ہشیم بن بشیر، سفیان بن عیینہ، عبدالرحمن بن مہدی اور واقع بن جراح کے اسماشامل ہیں۔ بعض حوالوں میں حضرت امام شافعی کو بھی امام احمد بن حنبل کے اساتذہ میں شمار کیا گیا ہے لیکن بعض ماخذ اس کی تردید کرتے ہیں۔

امام احمد بن حنبل نے معتزلہ کے خلق قرآن کے عقیدے کی پرزور اور شدید مخالفت کی۔ نتیجتاً آپ کو مامون کے حکم پر سخت قید وبند کی آزمائش سے گزرنا پڑا۔ مامون کی موت کے بعد معتصم باللہ نے بھی سختیاں جاری رکھیں لیکن آپ ردعقیدۂ خلق قرآن کے موقف سے ذرا بھی پیچھے نہیں ہٹے اور اس بنا پر تقریباً دو سال تک آپ کو قید وبند اور زدوکوب کی مصیبتوں کو سہنا پڑا۔ دوسال کے بعد جب قید سے نجات ملی تو معتصم باللہ کے پورے عہد حکومت میں آپ گوشہ نشیں اور عزلت گزیں رہے حتیٰ کہ درس وتدریس کا سلسلہ بھی بند کر دیا۔ الواثق کے عہد حکومت میں بھی آپ گوشہ نشین ہی رہے البتہ جب ۲۳۲ھ میں المتوکل تخت نشین ہوا اور مذہب معتزلہ کو ترک کر کے سرکاری طور پر سنی مذہب اختیار کیا گیا تو امام احمد بن حنبل نے بھی درس حدیث کا سلسلہ پھر سے شروع کر دیا۔

امام احمد بن حنبل نے ۲۴۱ھ مطابق ۸۵۵ء میں پچھتر سال کی عمر میں وصال فرمایا اور مقابر الشہداء میں حرب دروازے کے قریب مدفون ہوئے اور رفتہ رفتہ بغداد میں آپ کا مقبرہ بڑی زیارت گاہ بن گیا۔ پھر آٹھویں صدی ہجری میں

دریائے دجلہ کے عظیم سیلاب میں آپ کا مقبرہ بہہ گیا جس کا کوئی نشان باقی نہ رہا۔ المیہ ان میں واقع حضرت امام احمد بن حنبل کا مقبرہ اپنی ہیئت و ساخت رکھ رکھاؤ کی بنیاد پر مشکوک نظر آتا ہے۔ اولاً تو یہ کہ یہ مزار ایک گھر کے اندر واقع ہے جس میں رہنے والے لوگ وہیں سے کاروباری سرگرمیاں انجام دیتے ہیں۔ جب ہم لوگ دروازہ کھلوا کر اندر داخل ہوئے تو صحن اور مسجد سے متصل سائبان میں بہت زیادہ تجارتی سامان رکھا ہوا ملا۔ مزار مسجد میں قبلہ کی طرف واقع ہے اور مسجد و مزار کے درمیان ایک لکڑی کی دیوار حائل ہے۔ مقبرے میں حاضری کے لیے راستہ قبلہ کی طرف سے ہے اور اس حجرے میں صرف ایک قبر جو حضرت امام احمد بن حنبل سے منسوب ہے موجود ہے۔ قبر کے سرہانے اور پائنتی چند طغرے لگے ہوئے ہیں جس میں امام احمد بن حنبل کے نسب و علمی فضائل مرقوم ہیں۔ قبر پر ایک سبز رنگ کی چادر اور غلاف چڑھا ہوا ہے جس پر صاحب قبر کا نام ''امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ'' کشیدہ ہے۔ دیوار پر آویزاں طغروں کی عبارتیں بہت طویل ہیں اس لیے ان کو نقل کرنا ممکن نہیں ہے البتہ اس طغرے میں حضرت امام کے نسب، اوصاف، طعام، مولد و نشاۃ، طریقہ اور وفات وغیرہ کا ذکر ہے اور کتاب نورالابصار سے حضرت امام احمد بن حنبل کا شجرۂ نسب بھی مذکور ہے۔ گھر کے باہری دروازے پر ''مرقد امام احمد بن حنبل'' کا پرانا آہنی بورڈ لگا ہے۔

تاریخی قرائن اور موجود مرقد میں اختلاف کی بنیاد پر یہ مقبرہ مجعول و موضوع و مشکوک نظر آتا ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل سے منسوب اس مرقد کی حاضری کے بعد ہم لوگ بذریعہ بس کاظمین کے لیے روانہ ہوئے جو بغداد سے دس بارہ کلومیٹر کے فاصلے اور پندرہ بیس منٹ کی مسافت پر واقع ہے۔

خلیفہ منصور عباسی نے جب بغداد کو اپنا پایۂ تخت بنایا تو اس وقت بغداد کے گردونواح میں بہت سے باغات تھے۔ ان ہی باغوں میں سے ایک باغ کو ۱۴۵ھ میں منصور نے اپنے خاندانی قبرستان کے طور پر منتخب کیا جسے ''مقابر قریش'' کا نام دیا گیا۔ اس قبرستان میں سب سے پہلے منصور عباسی کا بیٹا جعفر ۱۵۰ھ میں مدفون ہوا۔ ۱۷۹ھ میں جب حضرت امام موسیٰ کاظم ہارون رشید کے حکم پر مدینہ سے بغداد آئے اور وہاں قید کر دیئے گئے اور ۱۸۳ھ میں وصال فرمایا تو اسی مقابر قریش میں واقع اپنے گھر میں جو انہوں نے خریدا تھا، مدفون ہوئے۔ حضرت امام موسیٰ کاظم اس مقابر قریش میں مدفون ہونے والے چوتھے فرد تھے، ان سے قبل جعفر پھر عیسیٰ نوفلی اور اس کے بعد ہارون رشید کا بیٹا امین وہاں دفن کیے گئے اور امین کی ماں ملکہ زبیدہ خاتون نے اس کی قبر پر ایک بقعہ تعمیر کرایا۔ پھر مامون عباسی کے حکم پر حضرت امام موسیٰ کاظم کے مرقد پر ایک بقعہ تعمیر ہوا۔ اس کے بعد سے حکومت کے بیشتر افراد اسی مقابر قریش میں دفن ہونے لگے۔ جب ۲۲۰ھ میں حضرت امام تقی الجواد کا وصال ہوا تو انہیں ان کے دادا حضرت امام موسیٰ کاظم کے پہلو میں دفن کیا گیا اور ان کے مرقد پر بقعہ اور ایک عمارت تعمیر کی گئی جسے کاظمیہ کے نام سے موسوم کیا گیا۔ کاظمیہ سے متصل ایک مسجد ''مسجد باب التین'' یا مسجد کاظمیہ کی تعمیر ہوئی اور زائرین اسی مسجد کے اندر سے

دونوں اماموں کے مقابر کی زیارت کرتے تھے اسی وجہ سے کاظمین کو ”مشہد باب التین“ بھی کہا جاتا ہے۔ اسی وقت دونوں اماموں کے مزارات پر دو گنبد اور گرداگرد چند حجروں کی تعمیر بھی عمل میں آئی۔ ۳۳۶ھ میں معزالدولہ احمد بن بویہ کے حکم سے ان بقعوں کو منہدم کر کے نئے سرے سے ایک پرشکوہ بقعہ تعمیر کیا گیا اور دونوں قبروں کے اوپر ساج کی لکڑی سے دو الگ الگ ضریحیں اور مزارات پر ایک بڑا گنبد تعمیر ہوا اور عمارت کے اندرونی حصے کی بہترین تزئین و آرائش کی گئی۔ پھر بعد میں عضد الدولہ دیلمی نے ۳۶۹ھ میں حرم کاظمین کو بہت وسیع کیا اور تعمیری تبدیلیاں کیں اور شہر کے چاروں طرف ایک دیوار بنوائی نیز کاظمین اور بغداد کے درمیان ایک ہسپتال بھی تعمیر کرایا جو زائرین کاظمین کی طبی خدمات کو انجام دیتا تھا۔ ۴۴۱ھ میں جب بغداد کے کرخ میں ایک عظیم آگ نمودار ہوئی تو اس نے کاظمین کو بھی اپنی زد میں لے لیا اور مشہد کاظمین کو بہت نقصان ہوا۔ ابوالحرث ارسلان بساسیری نے ابونصر فیروز کی مدد سے پھر آستانہ امامین کی باز سازی اور مرمت کی طرف توجہ کی اور میناروں کی تعمیر کرائی نیز داخل عمارت کی تزئین و آرائش کا اہتمام کیا اور دونوں اماموں کی قبروں پر دو صندوق نصب کرائے۔ ۴۹۰ھ میں سلجوقی فرمانروا برکیارق کے وزیر مجد الملک ابوالفضل براوستانی نے حرم کاظمین کی تعمیر و توسیع اور باز سازی کرائی اور حرم کے اطراف میں نئی عمارتیں بھی بنوائیں، آستانے کی دیواروں کی کاشیکاری بھی کرائی اور حرم کے شمال میں ایک عظیم الشان مسجد، دو مینارے اور زائرین کے قیام و آرام کے لیے ایک بڑی عمارت تعمیر کرائی۔ ۵۶۹ھ میں دجلہ کے سیلاب کے نتیجے میں پھر آستانے اور صحن کو گزند پہنچی تو خلیفہ عباسی الناصر لدین اللہ نے اپنے وزیر موید الدین محمد قمی کے توسط ۵۷۵ھ میں نئے سرے سے آستانہ امامین کی باز سازی اور نئی عمارتوں کی طرف توجہ کی اور ایک دارالضیافہ بھی بنوایا اور ۶۰۸ھ میں اطراف کے حجرے کو مدرسے میں تبدیل کیا۔ چند سال بعد پھر جب دجلہ کی طغیانی نے حرم کو نقصان پہنچایا تو اسی عباسی خلیفہ نے دوبارہ اس کی باز سازی کرائی۔ خلیفہ الناصر کے بیٹے الظاہر کے عہد خلافت میں جب دوبارہ آگ سے حرم کو گزند پہنچی اور عمارت کی نفیس اور قیمتی چیزیں آگ کی نذر ہوگئیں حتیٰ کہ ضریح، گنبد اور مناروں کو بھی سخت نقصان پہنچا تو خلیفہ الظاہر نے اس کی دوبارہ مرمت اور تعمیر کرائی۔ ۶۵۶ھ میں ہلاکو خان کے وحشیانہ حملے نے کاظمین کو بھی بہت نقصان پہنچایا۔ دو سال کے بعد ہلاکو کے وزیر عطا ملک جوینی نے عراق میں اپنی حکومت کے دوران حرم کاظمین کی تعمیر و تزئین و آرائش کی طرف توجہ دی اور باز سازی و کاشیکاری کرائی۔ ایک صدی بعد جب پھر دجلہ کے سیلاب نے حرم کو تباہ و برباد کیا تو سلطان اویس جلایری نے اس کی باز آبادکاری اور تعمیر و تزئین کرائی، دونوں قبروں پر خاتم کاری کے دو صندوق نصب کرائے اور ایک گنبد کی جگہ دو گنبدوں کی تعمیر کرائی۔ حرم کاظمین کی سب سے بہترین، عمدہ اور دلکش تعمیر اور باز سازی صفویوں کے عہد میں ہوئی۔ ۹۲۶ھ میں شاہ اسماعیل صفوی کے حکم سے آستانہ کاظمین کی تمام عمارتوں کو منہدم کر کے ایک نہایت خوبصورت، دلکش اور پرشکوہ عمارت تعمیر کی گئی جس میں چاروں طرف رواق، صحن، حرم، دو گنبد، ایک پرشکوہ مسجد بنائی گئی اور یہ مسجد، مسجد صفوی کے نام سے

اب بھی موجود ہے۔اسی وقت خاتم کاری کیے ہوئے دو منقش ومزین صندوق حضرت امامین کی قبروں پر نصب کیے گئے اور عمارت کے اندرون کو قیمتی قندیلوں اور نفیس قالینوں سے مرصع ومزین کیا گیا اور حرم اور رواق کے دروازوں پر چاندی کی پرتیں چڑھائی گئیں۔سلطنت عثمانیہ کے دوران کاشیکاری سے مزین ایک سنگی منبر مسجد صفوی میں نصب کیا گیا۔شاہ عباس صفوی نے آہنی ضریح سے دونوں مرقدوں کو محفوظ کیا۔عہد قاچاری میں بھی آستانہ کاظمین کی تعمیر وتوسیع اور تزئین کی طرف خاص توجہ دی گئی۔ ۱۲۱۱ھ میں ناصر الدین شاہ قاچار نے دونوں مزارات پر ایک خالص چاندی کی ضریح نصب کرائی اور شاہ عباس صفوی کی آہنی ضریح سے تبدیل کیا۔آستانہ کاظمین کی موجودہ تعمیرات اور ساخت وہی عہد صفویہ اور عہد قاچاریہ کی ہیں اور عہد صفویہ کی معماری و ہنر مندی، ایوان حرم کی نفیس معرق کاشیکاری اور آئینہ کاری قابل دید ہے۔مزارات امامین پر واقع دو الگ الگ طلائی گنبد نہایت پرشکوہ ہیں۔حرم کے چاروں طرف چار بڑے شبستان اور جنوبی وغربی رواقوں کے سامنے ایک خوبصورت اور بڑا ایوان ہے۔حرم اور گرداگرد کے رواقوں کو تین بڑے صحن گھیرے ہوئے ہیں۔القصہ حرم کاظمین معماری و ہنر مندی کا ایک بہترین نمونہ اور شوکت وسطوت کی بہترین مثال ہے۔

جب ہم لوگ کاظمین پہنچے تو مغرب کا وقت قریب تھا۔روضہ سے بہت پہلے ہم لوگوں کو بس سے اترنا پڑا اور وہاں سے روضہ تک کی مسافت پاپیادہ طے کرنی تھی۔راستہ میں دورویہ نہایت مرفہ وآراستہ مارکیٹ ہے۔چلتے چلتے جب ہم لوگ روضہ مطہرہ کے قریب پہنچے تو اذان مغرب ہونے لگی۔روضہ کے باہر سیکورٹی کے سخت انتظامات تھے اور موبائل وغیرہ اندر لے جانے پر سخت پابندی تھی۔چنانچہ ہم لوگوں نے اپنے گروپ کو دو حصوں میں تقسیم کرلیا۔ایک گروہ رفقا باہر کھڑا رہا اور ہم لوگوں نے اپنے موبائل وغیرہ ان کے پاس چھوڑے اور خود اندر چلے گئے۔جماعت شروع ہو چکی تھی اور مذہب تشیع کے مطابق نماز ہو رہی تھی۔ اندرون روضہ کا حصہ کھچا کھچ بھرا ہوا تھا کیوں کہ اس دن سلسلہ اثنا عشر کے آٹھویں امام علی رضا علیہ السلام کا سالروز ولادت تھا، جو ۱۱؍ذی قعدہ ۱۴۸ھ ہے اور امام علی رضا، امام موسیٰ کاظم، امام ہفتم جن کا روضہ کاظمین میں ہے، کے صاحبزادہ ہیں۔جگہ جگہ تہانی وتبریک کے بینر لگے ہوئے اور اہل تشیع کا ازدہام تھا۔بہر حال راقم، حضرت مرشدی مدظلہ اور جناب نظام الدین رحمانی صاحب پہلے روضہ امام موسیٰ کاظم اور امام محمد جواد کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے۔کثرت زائرین کی وجہ سے چلنا پھرنا مشکل ہو رہا تھا۔ بہ مشکل ہم لوگ مواجہہ امامین میں حاضر ہوئے اور سلام ونیاز کی سعادت حاصل کی۔اندرون روضہ نہایت عالی شان اور پرشکوہ ہے۔گنبد کے اندر شیشہ کاری نہایت سلیقہ سے کی گئی ہے اور حجرہ مرقد اور جالی مبارک نہایت پرشکوہ اور دیدہ زیب وجالب نظر ہے۔ جالی کے اندر دو مرقد معمول سے زیادہ طویل وعریض اور بلند واقع ہیں جن میں ایک مزار مبارک اثنا عشر کے ساتویں امام اور امام جعفر صادق کے صاحبزادے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہما کا ہے جب کہ دوسرا مزار نویں امام اور امام علی رضا کے صاحبزادہ اور امام موسیٰ کاظم علیہم السلام کے پوتے حضرت امام محمد جواد کا ہے۔

حضرت سیدنا امام موسی کاظم علیہ السلام :

حضرت سیدنا امام موسی الکاظم بن امام جعفر الصادق، سلسلہ اثنا عشر کے ساتویں امام اور اپنے وقت کے ایک مشہور و معروف عالم وفاضل بزرگ تھے۔ ان کے والد امام جعفر الصادق اور والدہ حمیدۃ المصفاۃ بنت صاعد البربری نہایت نیک شعار، عالم ومتقی اور پرہیز گار تھے۔ سفر حج سے واپسی پر ۱۲۸ھ مطابق ۷۴۵ء میں امام موسی الکاظم ابواء کے مقام پر تولد ہوئے، ان کا نام موسی، کنیت ابوالحسن ابوابراہیم، ابوعلی اور ابواسمعیل اور لقب الکاظم، العبد الصالح، الامین اور باب قضاء الحوائج وغیرہ ہیں۔

امام موسی کاظم بچپن سے ہی دلکش شخصیت کے حامل تھے۔ امام ابوحنیفہ نے جو امام جعفر صادق کے شاگرد تھے، انہیں عہد طفلی میں دیکھا تھا اور متاثر ہوئے۔ امام موسی الکاظم نے اپنے والد گرامی اور دیگر علما سے تحصیل علوم کیا اور بڑا رتبہ پایا۔ حصول علم کے بعد انھوں نے اپنے والد امام جعفر الصادق کی جگہ مسند علم کو مزین کیا۔ جلد ہی لوگوں میں ان کے علم وفضل کی شہرت پھیل گئی۔ ان سے علما وفقہا کی ایک بڑی جماعت نے استفادۂ علمی کیا۔

امام موسی الکاظم کی ولادت ایک ایسے وقت میں ہوئی جب کہ بنو امیہ کا اقتدار ختم ہو رہا تھا اور بنو عباس کا اقتدار قائم ہو رہا تھا۔ بنو عباس نے اقتدار سنبھالنے کے بعد سادات کرام پر سختیاں شروع کر دیں۔ امام موسی الکاظم کو بھی قید و بند کی صعوبتوں سے گزرنا پڑا۔ عباسی خلیفہ المہدی نے ان کو بغداد طلب کیا اور کچھ عرصہ ٹھہرانے کے بعد مدینہ منورہ جانے کی اجازت دے دی۔ ہارون رشید شروع میں امام موسی الکاظم کا عقیدت مند تھا مگر بعد میں بدظن ہوگیا۔ ۱۷۹ھ مطابق ۷۹۵ء میں ہارون رشید جب حج کے لیے گیا تو امام موسی کاظم کو اپنے ساتھ گرفتار کر کے بصرہ لے جا کر قید کر دیا۔ اسی سفر کے دوران امام موسی کاظم نے بذریعہ خط امام علی رضا کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ بعد میں جب حضرت امام سے رجوع عام شروع ہوا تو ہارون رشید نے انہیں بصرہ سے بغداد منتقل کر کے محبوس کر دیا۔ پھر قید کو نظر بندی میں تبدیل کر دیا گیا۔ اس دوران بھی حضرت امام موسی کاظم سے استفادے اور فیضان کا سلسلہ جاری رہا۔ حضرت امام موسی کاظم نے ۲۵؍رجب ۱۸۳ھ مطابق ۷۹۹ء کو پچپن سال کی عمر میں وصال فرمایا اور شیعی روایت کے اعتبار سے انہیں زہر دے کر شہید کیا گیا۔ جعفر بن منصور نے شاہانہ اہتمام سے حضرت امام کو مقبرہ قریش میں سپرد خاک کیا اور مرقد مطہر کے شاندار مقبرے کو کاظمین یا کاظمیہ کہا جاتا ہے۔

حضرت امام موسی الکاظم کثیر الاولاد بزرگ تھے اور بڑے زاہد وعابد اور متورع ومتقی تھے۔ قرآن مجید ایسی دلسوزی سے پڑھتے تھے کہ سننے والا بھی خشیت الٰہی سے گریہ وزاری کرنے لگتا۔ حضرت امام بڑے متحمل مزاج اور بردبار تھے، سادہ خوراک تناول فرماتے۔ سخت سے سخت دشمن کو بھی معاف کر دیتے حتی کہ داد و دہش سے اسے اپنا گرویدہ بنا لیتے اسی لیے کاظم کہلائے۔ مساکین اور محتاجوں کی خبر گیری میں بڑے عالی ہمت اور بلند حوصلہ تھے۔ مدینہ منورہ میں ان کی تھیلیاں مشہور تھیں اور سائل کو سو سو دینار تک عطا فرما دیتے تھے۔ حضرت امام موسی الکاظم سے کوئی مستقل تصنیف نہیں بیان کی جاتی البتہ خطوط، وصایا اور خطبات مختلف کتابوں میں ملتے ہیں۔

حضرت سیدنا امام محمد تقی الجواد علیہ السلام :

حضرت امام محمد تقی الجواد سلسلہ اثنا عشر کے نویں امام، حضرت امام علی رضا کے صاحبزادے اور حضرت امام موسی الکاظم کے پوتے ہیں۔ ان کا اسم مبارک محمد، کنیت ابوجعفر اور ابوعلی اور لقب الجواد اور تقی ہے۔ ان کے والد علی رضا بن موسی الکاظم بن جعفر الصادق اور والدہ سبیکہ ہیں جو ایک کنیز تھیں اور ملک حبشہ کی رہنے والی تھیں اور ام المومنین حضرت ماریہ قبطیہ کے خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔

خلیفہ مامون نے اپنی بیٹی ام الفضل کو امام محمد جواد کی زوجیت میں ۲۱۵ھ مطابق ۸۳۰ء میں دیا لیکن ام فضل سے امام جواد کی نسل جاری نہ ہوئی۔ امام جواد کی دوسری زوجہ محترمہ سمانہ مغربیہ تھیں جو کنیز تھیں اور آزاد ہو کر حضرت امام کی زوجیت میں آئیں۔ ان سے ہی نسل جاری ہوئی علی اور موسی دو صاحبزادے اور حکیمہ، خدیجہ اور ام کلثوم تین صاحبزادیاں تولد ہوئیں۔

عباسی خلفا نے دو مرتبہ حضرت امام جواد علیہ السلام کو بغداد بلایا۔ پہلی بار مامون نے طلب کیا اور دوسری بار محرم ۲۲۰ھ مطابق ۸۳۵ء میں خلیفہ المعتصم نے طلب کیا۔ اس سفر بغداد میں اسی سال یعنی ۲۲۰ھ کے اواخر ذوالقعدہ یا ذوالحجہ میں ۲۵ سال کی عمر میں حضرت جواد الائمہ کا وصال ہوا اور شیعہ روایت کی بنا پر زہر کی وجہ سے شہادت ہوئی۔ یہ زہر ان کی زوجہ ام الفضل نے المعتصم کی تحریک پر دیا۔ وصال کے بعد حضرت امام جواد اپنے دادا حضرت امام موسی الکاظم کے پہلو میں کاظمین میں مدفون ہوئے۔ اس طرح حضرت امام جواد جوان ترین امام تھے جو شہید ہوئے۔

امام محمد جواد نے امام علی رضا کی آغوش میں اماموں کی طرح پرورش پائی۔ آپ بھی اپنے اسلاف کی طرح نہایت عابد و زاہد، متقی اور پرہیزگار تھے اور علم و فضل سے آراستہ تھے۔ کثرت بخشش اور احسان آپ کی سرشت میں داخل تھا۔ حضرت امام جواد اسی وقت سے سخاوت مندی میں معروف تھے جب ان کے والد حضرت امام رضا خراسان میں تھے۔ حضرت جواد الائمہ اپنے عہد کے عابد ترین اور خالص ترین شخص تھے۔

کاظمین کی حاضری آج کے پروگرام کا آخری حصہ تھی۔ آج کا دن بہت مصروف گزرا۔ صبح سے تقریباً اٹھارہ مقامات زیارت کی حاضری اور موسم کی شدت نے بالکل تھکا دیا تھا۔ رات بھی ہو چکی تھی اس لیے ہم لوگ تقریباً ساڑھے آٹھ بجے شب میں کاظمین سے السعدون میں واقع اپنے ہوٹل اٹلس واپس آ گئے۔ نماز عشا کی ادائیگی کے بعد ہم لوگوں نے کھانا کھا کر آرام کیا۔

۱۵؍جولائی ۲۰۱۹ء کو صبح ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر ہم مدائن کی بازدید اور سلمان پاک کی زیارت کے لیے روانہ ہوئے جو تقریباً پچاس کیلومیٹر کی دوری اور ایک گھنٹہ کی مسافت پر واقع تھا۔ دراصل اس شہر کا نام مدائن ہی ہے اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا مقبرہ جہاں واقع ہے اس کو سلمان فارسی سے نسبت کی بنیاد پر سلمان پاک کہا جاتا ہے۔ ہم لوگ

تقریباً ساڑھے گیارہ بجے سلمان پاک پہنچ گئے۔حضرت سلمان فارسی کے مقبرہ کا احاطہ نہایت وسیع وعریض اور صاف ستھرا ہے۔ شروع میں ایک بڑا داخلی دروازہ ہے جس پر "السلام علیك یا باب وصی المصطفی" لکھا ہوا ہے۔اس دروازے سے داخل ہونے پر ایک بڑا صحن آتا ہے جس میں چل کر کچھ دور پر واقع اس عمارت تک پہنچا جاتا ہے جس میں حضرت سلمان فارسیؓ کا مرقد مبارک واقع ہے۔یہ عمارت کافی وسیع وعریض ہے جس پر چار گنبد بنے ہوئے ہیں اور عمارت میں داخلے کے دروازہ کے قریب ایک بورڈ سلام زیارت کا نصب ہے جس پر یہ عبارتیں تحریر ہیں:

زیارة الصحابی سلمان المحمدی علیه السلام

السلام علی رسول الله محمد بن عبدالله خاتم النبین۔ السلام علی امیرالمومنین سید الوصیین۔ السلام علی ائمةالمعصومین الراشدین۔ السلام علی الملائکة المقربین۔ السلام علیك یا صاحب رسول الله الامین۔ السلام علیك یا ولی امیر المؤمنین۔ السلام علیك یا مودع اسرار السادة المیامین۔ السلام علیك یا بقیة الله من البررة الماضین۔ السلام علیك یا ابا عبدالله ورحمة الله وبرکاته۔ اشهدأنك اطعت الله کما أمرك، واتبعت الرسول کما ندبك وتولیت خلیفته کما الزمك و دعوت الی الاهتمام بذریته کما وقفك و علمت الحق یقینا واعتمدته کما امرك۔ اشهد انك باب وصی المصطفی وطریق حجة الله المرتضی و امین الله فیما استودعت من علوم الاصفیاء۔ اشهد انك من اهل بیت النبی النجباء المختارین لنصرة الوصی۔ اشهد انك صاحب العاشرة والبراهین و الدلائل القاهرة واقمت الصلوة واتیت الزکاة وامرت بالمعروف ونهیت عن المنکر و ادیت الامانة ونصحت لله ولرسوله وصبرت علی الاذی فی جنبه حتی اتاك الیقین۔ لعن الله من جحدك حقك وحط من قدرك۔ لعن الله من آذاك فی موالیك لعن الله من اعنتك فی اهل بیتك لعن الله من لامك فی ساداتك لعن الله عد و آل محمد من الجن والانس من الاولین و الآخرین وضاعف علیهم العذاب الالیم۔ صلی الله علیك یا ابا عبدالله صلی الله علیك یاصاحب رسول الله صلی الله علیه و آله و علیك یا مولی امیر المومنین و صلی الله علی روحك الطیبة و جسدك الطاهر،والحقنا بمنه ورافته اذا توفانابك و بمحل السادة المیامین و جمعنا معهم بجوارهم فی جنات النعیم۔ صلی الله علیك یا ابا عبدالله وصلی الله علی اخوانك الشیعة البررة من السلف المیامین وادخل الروح والرضوان علی الخلف من المومنین والحقنا و ایاهم بمن تولاه من العترة الطاهرین و علیك و علیهم السلام و رحمة الله وبرکاته۔"

دروازے سے داخل ہوتے ہی ایک بڑے سے ہال نما حجرے میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا مرقد مبارک خوبصورت منقش جالیوں میں واقع ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ :

حضرت سلمان فارسی ایک مشہور ومعروف صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ان کی کنیت ابوعبد اللہ تھی اور سلمان الخیر سے معروف ہیں۔ابن الاثیر نے ان کا سلسلۂ نسب یوں لکھا ہے: مابہ ابن بوزخشان بن مورسلان بن بہبوذان بن فیروز بن سہرک۔ حضرت سلمان اصفہان کے قریہ "جیّ" یارام ہرمز کے باشندے تھے۔ان کے والد ایک آتش کدے کے مہتمم اور خاصی جائداد کے مالک تھے۔جیّ کے لوگ آتش پرست تھے اور چتکبرے گھوڑے کی پرستش بھی کرتے تھے لیکن سلمان فارسی نے نہ آگ کی پرستش کی اور نہ گھوڑے کی۔حضرت سلمان کے والد ان سے بہت محبت کرتے تھے اور ان کی تربیت اپنی نگرانی میں کرتے تھے۔ایک مرتبہ ان کے والد نے سلمان کو اپنی جگہ اپنی زمینوں کی طرف بھیجا۔راستے میں ایک گرجا تھا، جب سلمان نے وہاں عیسائیوں کو عبادت کرتے ہوئے دیکھا تو انہیں ان کا طرز عبادت پسند آ گیا۔چنانچہ سلمان نے لوگوں سے دریافت کیا کہ آپ کے مذہب کی تعلیمات حاصل کرنے کا کیا طریقہ ہے۔لوگوں نے بتایا کہ شام عیسائیت کا مرکز ہے اور ہمارے علما وہاں رہتے ہیں۔ چنانچہ کچھ دنوں کے بعد ایک قافلے کے ساتھ سلمان شام چلے گئے اور وہاں راہبوں کے علوم اور ریاضت سیکھی اور علم و دانش کے تجربے حاصل کیے۔انہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ عیسائیوں کی کتاب میں نبی آخر الزماں کی آمد کا تذکرہ ہے جن کا ظہور حجاز میں ہوگا۔ اب سلمان کے دل میں حضرت نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی آرزو انگڑائیاں لینے لگی۔چنانچہ وہ موصل، نصیبین اور عموریہ کے مختلف علاقوں سے ہوتے ہوئے تہامہ کے شوق میں بنوکلب کے ایک قافلہ کے ساتھ حجاز کے لیے روانہ ہو گئے۔قافلہ والوں نے سلمان کو کسی یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔وادی القری اور مدینہ کے آس پاس سلمان کو کھجور کے باغ نظر آئے تو راہبوں کی وہ پیشین گوئیاں بھی یاد آئیں اور امید کی راہ دکھائی دی کہ یہیں نبی آخرالزماں مبعوث ہو چکا ہے۔سلمان اپنی قسمت آزمائی کی خاطر ہر شخص کو بغور دیکھتے اور علامات نبوت تلاش کرتے۔آخر ایک دن جناب رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبا میں آمد کی خبر سنی تو سلمان کچھ صدقے کی کھجوریں لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔آپ نے کھجوریں نوش فرمانے سے انکار کر دیا۔سلمان فارسی نے سن رکھا تھا کہ مبعوث ہونے والے رسول صدقے سے اجتناب فرمائیں گے، چنانچہ جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پیش کردہ کھجوریں نہیں کھائیں تو وہ متوجہ ہوئے اور خاموشی سے واپس آ گئے۔پہلی علامت سلمان فارسی کو مل چکی تھی۔دوسری مرتبہ سلمان فارسی پھر کھجوروں کا ہدیہ لے کر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے۔سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمالیا اور کچھ نوش فرمایا۔سلمان فارسی خوش وخرم واپس لوٹے۔کیوں کہ انہیں منزل مقصود کے حصول کا یقین ہو گیا تھا۔کچھ دنوں کے بعد انہیں دوش نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی سعادت بھی نصیب ہوگئی اور جو نشانات نبوت انہیں بتائے گئے تھے وہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیے۔اس کے بعد وہ ایمان لے آئے۔سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی کو معاوضہ

ادا کر کے یہودی کی غلامی سے آزاد کرایا۔حضرت سلمان کی آزادی کے معاوضے میں یہودی کی شرط کے مطابق رسول اکرم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے کھجوروں کا ایک باغ لگایا جو دست نبوی کے اعجاز سے راتوں رات بارآور ہوگیا اور وہ باغ یہودی کو معاوضہ کے بطور دے دیا گیا۔

۵ھ میں حضرت سلمان فارسی ایک سرگرم مجاہد کے بطور تاریخ میں ابھرے۔ان کے ہی مشورے سے جنگ خندق کے موقع پر خندقیں کھودنے کی حکمت عملی اپنائی گئی۔حضرت سلمان فارسی اصحاب صفہ سے تھے۔سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے طویل گفتگو فرماتے تھے۔امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ بن یمان کے بعد حضرت سلمان فارسی کو مدائن کا گورنر مقرر فرمایا تھا۔حضرت سلمان نے امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ۳۵ھ کے آخر یا ۳۶ھ میں وفات پائی اور مدائن ہی میں مدفون ہوئے جہاں آپ کا مزار مبارک مرجع خلائق ہے اور وہ علاقہ ''سلمان پاک'' سے موسوم ہے۔سلمان پاک، طاق کسریٰ سے تقریباً ایک میل کے فاصلے پر ہے۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ :

حضرت حذیفہ بن الیمان العبسی الغطفانی القیسی، رسول اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر اصحاب میں سے تھے۔حضرت حذیفہ کی ولادت مکہ میں ہوئی اور پرورش و پرداخت مدینۂ منورہ میں ہوئی۔ان کے والد کا نام حسل یا حسیل تھا جو یمن کے قبیلہ عبس سے تعلق رکھتے تھے اور یمان کے نام سے مشہور تھے۔حضرت حذیفہ اولین اسلام لانے والوں میں سے تھے اور اپنے والد کے ساتھ جنگ بدر میں شرکت کے لیے مدینہ منورہ جارہے تھے تو راستے میں مشرکوں نے ان دونوں کو گرفتار کرلیا اور اس وعدے پر رہا کیا کہ وہ دونوں جنگ بدر میں شریک نہیں ہوں گے۔چنانچہ ان دونوں حضرات نے رسول اللہ ﷺ کی ایما پر جنگ بدر میں شرکت نہیں کی۔حضرت حذیفہ کے بارے میں اختلاف رائے تھا کہ وہ انصار سے ہیں یا مہاجرین۔چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے "ان شئت کنت من المهاجرین، و ان شئت کنت من الانصار، فاختر احب الامرین الی نفسك" کا اعلان فرما کر مختار فرمایا۔چنانچہ حضرت حذیفہ نے انصار سے انتساب کو اختیار کیا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی تائید فرمائی اور مواخات کے وقت حضرت حذیفہ کو حضرت عمار بن یاسر کا بھائی بنایا۔حضرت حذیفہ بن الیمان نے سوائے غزوۂ بدر کے تمام غزوات میں شرکت فرمائی۔غزوۂ خندق کے موقع پر حضرت حذیفہ کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مامور فرمایا کہ وہ دشمنوں کے درمیان جا کر ان کی خبر لے آئیں۔چنانچہ بہت زیادہ سرد اور طوفانی رات کو حضرت حذیفہ نے حسب الامر اس ذمہ داری کو بخوبی نبھایا۔حضرت حذیفہ بن الیمان کو ''صاحب سر الرسول'' کے لقب سے یاد کیا گیا ہے کیوں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آئندہ کے بہت سے فتنوں اور حوادث کی ان کو خبر دی تھی اور تبوک سے واپسی کے موقع پر منافقوں کے ناموں کو ایک ایک کر کے انہیں بتا دیا تھا ساتھ ہی منافقین کی ساری نشانیاں بھی انہیں بتائی گئی تھیں۔اسی لیے

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ منافقین کے بارے میں ان سے استفسار کرتے تھے اور جس جنازے میں حضرت حذیفہ شریک نہیں ہوتے، حضرت عمر بھی اس میں شرکت سے احتراز کرتے تھے، کیوں کہ وہ سمجھ جاتے تھے کہ یہ مردہ منافق تھا۔ حضرت حذیفہ سے بہت سی مرویات بھی ہیں۔حضرت حذیفہ پرہیزگاری، ترک علائق دنیا اور ثروت اندوزی سے اجتناب میں بہت مشہور تھے۔حضرت عمر نے جنگ نہاوند کے موقع پر حضرت حذیفہ کو اپنا جانشین کیا تھا اور نعمان بن مقرن کی شہادت کے بعد انہوں نے اسلامی فوج کی کمان سنبھالی تھی اور نہاوند اور ایران کے چند دیگر شہروں کو فتح کیا تھا۔حضرت حذیفہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدائن کی امارت پر مقرر کیا تھا۔حضرت حذیفہ ان اصحاب میں سے تھے جنہوں نے حضرت سیدۃ نساء العلمین حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام اور حضرت ابوذر غفاری کے جنازے میں شرکت کی تھی۔امیر المومنین حضرت عثمان غنی کو قرآن پاک کے واحد نسخے کی تدوین کا مشورہ بھی حضرت حذیفہ نے دیا تھا۔حضرت حذیفہ بن الیمان نے حضرت عثمان غنی کی شہادت کے چالیس روز بعد ۳۶ھ کے اوائل میں وفات پائی اور مدائن میں ہی دجلہ کے کنارے، حضرت سلمان فارسی کے مقبرے سے دو کیلومیٹر دور حضرت عبداللہ بن جابر انصاری کے پہلو میں دفن ہوئے۔لیکن بعد میں ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۹۳۱ء میں ان کے جسد کو وہاں سے نکال کر حضرت سلمان فارسی کے مقبرے میں دفن کیا گیا، جس کی تفصیل آئندہ صفحات میں ہدیۂ ناظرین ہوگی۔

حضرت حذیفہ کے مزار پر جو کتبہ نصب ہے اس کی عبارت یوں ہے:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ صدق الله العظيم۔ الصحابي الجليل حذيفة بن اليمان ابوعبدالله العبسي۔ صاحب سر رسول الله الامين (ص) واحد الثمانية الذين شيعوا الزهراء (ع) تولى ولايت المدائن و توفي فيها ۲۸ محرم الحرام عام ۳۶ للهجرة وتم نقل جثمانه لهذا المكان عام ۱۹۳۱ ميلادي الموافق ۱۳۵۰ للهجرة في حادثة النقل المشهورة۔"

حضرت عبداللہ بن جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ :

حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہما کے بارے میں تلاش بسیار کے باوجود اطلاعات دستیاب نہ ہوسکیں۔صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تھے اور حضرت جابر بن عبداللہ انصاری کے صاحبزادہ تھے۔حضرت جابرؓ سرکار دو عالم ﷺ کے جانباز صحابہ میں سے تھے اور ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پندرہ سال قبل مدینہ منورہ کے قبیلہ خزرج میں متولد ہوئے تھے۔ ان کے والد حضرت عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل اسلام قبول کیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہما کا مزار بھی اس وقت حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے پائنتی کے حجرے میں موجود ہے جو دجلہ کے کنارے سے حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کے جسد کے ساتھ ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۹۳۱ء میں منتقل کی گئی تھی۔حضرت عبداللہ بن جابر کے مزار پر جو کتبہ لگا ہے اس کی عبارت یوں ہے:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلاً ۔ صدق اللہ العلی العظیم الصحابی الجلیل عبداللہ بن جابر بن عبداللہ الانصاری ۔حیث تم نقل الجثمان الشریف من نہر دجلة عام ۱۳۵۰ ھجری سنة ۱۹۳۱ میلادی۔"

منتقلی قبور اصحاب مذکورہ بالا :

ان دنوں عراق پر شاہ فیصل اول کی حکمرانی تھی ۔شاہ فیصل بن حسین بن علی الہاشمی نے ۱۹۲۱ء سے ۱۹۳۱ء تک عراق پر حکمرانی کی ہے اور انہیں سلطنت عراق کے مؤسس کے طور پر جانا جاتا ہے ۔ ۱۹۳۱ء کی ایک شب حضرت حذیفہ بن الیمان، مذکورہ شاہ فیصل کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا اے بادشاہ! عبداللہ بن جابر اور مجھے دجلہ کے کنارے واقع ہمارے مدفن سے نکال کر ہمیں کسی دوسرے محفوظ مقام پر منتقل کرو کیوں کہ میری قبر میں پانی بھر چکا ہے اور عبداللہ بن جابر کی قبر میں بھی پانی بھر رہا ہے ۔شاہ فیصل اول اپنی مصروفیات کی وجہ سے اس طرف توجہ نہیں دے پائے تو یہی خواب اگلی رات پھر انہیں نظر آیا،مگر وہ اپنے کاموں میں مصروف رہے ۔تیسری رات حضرت حذیفہ، مفتی اعظم عراق کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا کہ میں دوراتوں سے بادشاہ سے اپنی قبروں کی منتقلی کے بارے میں کہہ رہا ہوں مگر وہ متوجہ نہیں ہو رہے ہیں ۔آپ ان پر زور دیجیے کہ وہ ہماری قبروں کی منتقلی کے انتظامات کریں ۔اس کے بعد مفتی اعظم، وزیر اعظم اور شاہ فیصل اول کی ملاقات میں طے پایا کہ مفتی اعظم اس سلسلے میں فتویٰ جاری کریں اور وزیر اعظم پریس کے توسط سے اس خبر کو عوام تک پہنچائیں تاکہ سب لوگ باخبر ہو جائیں ۔ چنانچہ اس طرح دونوں صحابہ کرام کے جسد کی منتقلی کی تاریخ ۱۰/ذی الحجہ طے ہوئی لیکن حجاج کرام کی درخواست پر اس کو آگے بڑھا کر ۲۰/ذی الحجہ کیا گیا تاکہ حج سے فارغ ہونے والے بھی اس موقع پر پہنچ سکیں ۔پھر وہ دن بھی آ پہنچا، بغداد کے گلی کوچے لوگوں کی کثرت کی وجہ سے بھر گئے ۔بعد نماز ظہر ہزاروں ہزار لوگوں کی موجودگی میں دونوں قبریں کھولی گئیں تو واقعی ان میں پانی بھر چکا تھا۔لیکن تمام حاضرین نے اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھا کہ دونوں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہما کے جسد مبارک ایسے تر و تازہ تھے جیسے ابھی کچھ دیر پہلے سوئے ہوں اور فضا بہترین خوشبوؤں سے معطر تھی ۔ڈاکٹروں نے جب دونوں صحابی رسول کی آنکھ کا معائنہ کیا تو ان کی آنکھوں میں روشنی موجود تھی ۔سبھی حاضرین کی آنکھیں فرط جذبات سے اشکبار تھیں اور دیکھنے والے دم بخود تھے ۔ان دیکھنے والوں میں ایک جرمن فزیالوجسٹ بھی تھا جس کے سامنے یہ منظر تھا کہ تیرہ سو سال قبل دفن کیے گئے ان مبارک جسموں پر بوسیدگی کا کوئی اثر تک نہیں تھا اور ان کے جسم زندہ جسموں سے زیادہ تر و تازہ نظر آ رہے تھے ۔ چنانچہ اس جرمن نے وہیں مفتی اعظم کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔اس موقع پر بے شمار عیسائی اور یہودی حلقہ بگوش اسلام ہوئے ۔دجلہ کے کنارے

سے دونوں صحابہ کرام کے جسد کو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مزار کے قریب دوبارہ دفن کر دیا گیا اور ان کے مزارات اب حضرت سلمان کے پائنتی واقع حجرہ میں مرجع خلائق ہیں۔

حضرت طاہر بن امام باقر قدس سرہما :

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مرقد میں پائنتی واقع حجرے میں حضرت حذیفہ بن الیمان کے پائنتی حضرت طاہر کا مزار واقع ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ حضرت طاہر، امام زین العابدین کے صاجزادے ہیں اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ امام محمد باقر کے صاجزادے ہیں۔ لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ طاہر نام کے کسی صاجزادے کا دونوں حضرات کی صلب میں وجود نہیں ملتا۔ بعض علمائے محققین نے حضرت علی بن امام محمد باقر کو ہی طاہر کے نام سے شناخت کیا ہے۔
موجودہ مزار پر جو کتبہ نصب ہے اس پر کچھ اس طرح رقم ہے:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا
الطاهر بن الامام الباقر بن الامام زين العابدين بن الامام الحسين بن الامام على بن ابى طالب
عليهما السلام۔ حيث تم نقل الجثمان الشريف من وسط بغداد سنة ۱۹۴۶ میلادی ۱۳۶۶-۱۳۶۵ ھجری۔"

یہ قبر دراصل بغداد کے میدان امین کے محلہ طہ میں واقع تھی اور ۱۹۴۶ء میں جب خیابان الرشید کی توسیع کے دوران یہ مرقد زد میں آئی تو پھر اس کو حضرت سلمان فارسی کے مرقد کے مشرقی حجرے میں منتقل کیا گیا اور اب حضرت عبداللہ بن جابر انصاری کے پہلو میں واقع ہے۔

طاق کسریٰ :

طاق کسریٰ، ایوان خسرو یا ایوان مدائن، عراق کے تیسفون جو اب مدائن کہلاتا ہے میں واقع ساسانی شہنشاہیت کی ایک عظیم یادگار ہے۔ ساسانیوں کے عہد فرمانروائی میں یہ محل اہم تقریبات کی برگزاری کا مقام اور قدیم جشنوں مثلاً نوروز وغیرہ اور بار عام کا مقام تھا۔ شکوہ وحشمت کی یہ پرانی نشانی شہر بغداد سے ۳۷ کیلومیٹر جنوب میں دریائے دجلہ کے کنارے پر واقع ہے اور اب شہر سلمان پاک کے حدود میں ہے۔ طاق کسری کی تعمیر ایک روایت کے اعتبار سے ساسانی حکمراں شاپور اول (۲۲۴-۲۴۱ء) کے حکم سے ہوئی تھی جب کہ دوسری روایت کے اعتبار سے ساسانی فرمانروا خسرو اول یعنی نوشیرواں (۵۳۱-۵۷۸ء) کے دور میں ہوئی۔ لیکن شاپور اول کے عہد حکومت میں تعمیر پر قرائن کا اجماع ہے۔
ساسانیوں نے اس عظیم الشان عمارت کی تعمیر فنکاری کے مظاہرے کی غرض سے نہیں بلکہ ساسانیوں کے شکوہ وسطوت کے اظہار کے لیے کی تھی، تاکہ معاصرین پر عظمت وہیبت قائم کی جاسکے۔ اسلامی تاریخ میں ولادت نبوی ﷺ

کے وقت کسری کے جن محلات کے کنگروں کے گرنے کی بات درج ہے وہ یہی محلات کسری تھے۔اس سلسلہ ایوان کا سب سے بڑا اور عظیم ایوان عرض میں ۲۵ میٹر اور عمق میں ۴۳ میٹر تھا اور طاق آ جری کی بلندی ۳۰ میٹر تھی۔نویں صدی عیسوی کے معروف جغرافیہ داں ابن خرداد بہ نے اس ایوان کو اینٹ اور گچ سے تعمیر شدہ بہترین اور خوبصورت ترین تعمیر قرار دیا ہے۔

فردوسی نے اپنے شاہنامہ میں ایک مفصل داستان ایوان طاق کسری کے سلسلے میں انوشیروان سے متعلق بیان کی ہے جس کے مطابق انوشیرواں نے ساری دنیا میں یہ منادی کرائی کہ تیسفون میں ایک عظیم الشان محل کی تعمیر کے لیے ماہر معماروں کی ضرورت ہے۔ چنانچہ تمام سے ماہر معماروں کی ایک بڑی تعداد انوشیرواں کے حضور حاضر ہوئی۔انوشیرواں نے نہایت سخت انتخاب کے بعد ان میں تین سو معماروں کو منتخب کیا پھر ان تین سو میں سے تین معماروں کا انتخاب کیا گیا جو فن تعمیر میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ان تین ماہر معماروں میں ایک معمار رومی تھا جس نے اس ایوان طاق کسری کی تعمیر کی اور محل کی دیواروں کو طاق کے ارتفاع تک بلند کیا۔پھر رومی معمار نے بادشاہ سے سونے کی زنجیر لانے کی فرمائش کی اور تمام لوگوں کی موجودگی میں دیوار کی بلندی کو سونے کی زنجیر سے ناپا گیا پھر اس زنجیر کو ایک ڈبے میں بند کر کے سیل لگا دی گئی اور بادشاہ کے خزانے میں محفوظ رکھ دیا گیا۔اس واقعے کے دوسرے روز وہ رومی معمار غائب ہوگیا اور تین سال کے بعد پھر آیا اور بادشاہ سے وہ زنجیر لائے جانے کی فرمائش کی اور دیوار کو پھر ناپا گیا تو اندازہ ہوا کہ اس مدت میں دیوار کی بلندی کچھ کم ہوگئی ہے تب جا کر اس نے پھر سے ایوان کی تعمیر کے دوسرے کاموں کو انجام دے کر پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔جب بادشاہ نے اس سے اس تعویق کا سبب پوچھا تو اس نے بتایا کہ اگر دیوار کے ساتھ ہی طاق کی تعمیر کا کام انجام دیا جاتا تو طاق منہدم ہو جاتا۔روایتوں کے اعتبار سے اس ایوان طاق کسری کی تعمیر میں سات سال کی مدت لگی۔فن معماری کا شاہکار ایوان مدائن جیسا طاق ساری دنیا میں کہیں وجود نہیں رکھتا تھا۔اسی طاق میں بیٹھ کر بادشاہ دربار عام کرتا تھا۔بادشاہ کے پہننے والا تاج اتنا وزنی تھا کہ سر پر رکھنا ناممکن تھا اس لیے اس تاج کو سونے کی زنجیروں سے اسی طاق کسری میں اس طرح آویزاں کیا گیا تھا کہ جب بادشاہ تخت پر بیٹھتا تو وہ تاج اس کے سر پر ہوتا۔

بہر حال ایسی شان وشوکت اور عظمت وسربلندی کی پہچان رہ چکے اس ایوان کسری کے اب صرف کھنڈرات باقی ہیں اور ”بوم نوبت می زند بر گنبد افراسیاب“ کا مصداق ہیں۔خاقانی شروانی نے حج بیت اللہ شریف سے واپس آتے ہوئے جب مدائن میں ایوان کسری کے کھنڈرات دیکھے تو اس نے ایک نہایت پر اثر قصیدہ مدائن کہا جس کے ہر ہر شعر میں ناثباتی عالم اور جبابرہ واکاسرہ کی عظمتوں کے خاک میں مل جانے کا ماتم کیا گیا ہے اور بڑا ہی سوزناک ہے۔اس قصیدے کے چند اشعار ہدیۂ قارئین ہیں:

ھان ای دل عبرت بین از دیدہ نظر کن ھان ❁ ایوان مدائن را آیینۂ عبرت دان

یک رہ زرہ دجلہ منزل بہ مدائن کن ❁ وز دیدہ دوم دجلہ بر خاک مدائن ران

خود دجلہ چنان گرید صد دجلۂ خون گویی ❁ کز گرمی خونابش آتش چکد از مژگان
بینی کہ لب دجلہ کف چون بہ دھان آرد ❁ گویی زتف آھش لب آبلہ زد چندان
از آتش حسرت بین بریان جگر دجلہ ❁ خود آب شنیدستی کاتش کندش بریان....
....دندانۂ ھر قصری پندی دھدت نونو ❁ پند سر دندانہ بشنوز بن دندان....
....ما بارگہ دادیم این رفت ستم برما ❁ برقصر ستمکاران گویی چہ رسد خذلان
گویی کہ نگون کردہ است ایوان فلک وش را ❁ حکم فلک گردان یا حکم فلک گردان....
....این ھست ھمان ایوان کز نقش رخ مردم ❁ خاک در او بودی دیوار نگارستان
این ھست ھمان درگہ کو راز شھان بود ❁ دیلم ملک بابل ھندو شہ ترکستان....
....خاقانی ازین درگہ دریوزۂ عبرت کن ❁ تا از در تو زان پس دریوزہ کند خاقان

مختصر یہ کہ ایوان کسری جو کسی زمانے میں شوکت وسطوت اور جلالت وعظمت کا نشان تھا اب صرف کھنڈرات کا مجموعہ ہے اور مقام عبرت ہے۔

طاق کسری کے کھنڈرات دیکھتے دیکھتے دوپہر کا وقت ہو چکا تھا۔غالباً دن کے ڈھائی یا تین بج چکے تھے۔چنانچہ ہم لوگ وہاں سے السعدون میں واقع اپنے ہوٹل واپس آئے اور دوپہر کا کھانا کھا کر ہم لوگوں نے عصر تک آرام کیا۔پھر عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے روضہ کی زیارت کے لیے آ گئے۔آج خادم ضریح غوث اعظم شیخ عبدالرحمن صاحب نے حسب وعدہ ہم لوگوں کو حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک کی چادر کے ٹکڑے تبرکاً عنایت کیے۔ہم لوگ عشا تک آستانۂ عالیہ میں موجود رہے پھر ہوٹل واپس چلے آئے کیوں کہ دوسرے دن صبح جلد ہی سامرّاء کے لیے نکلنا تھا۔

—(جاری)

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

سہ ماہی
المجیب
میں اشتہارات دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں

اڈیشہ (اڑیسہ) کے چند بزرگان دین

● ڈاکٹر سید شاہد اقبال (گیا)— شعبۂ سنی دینیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

شہنشاہ اکبر اعظم نے راجا مان سنگھ کو دسمبر ۱۵۸۹ء میں بہار کا گورنر نامزد کیا۔ راجا مان سنگھ اٹھارہ سال (۱۵۸۹ تا ۱۶۰۵) تک بہار کا گورنر رہے۔ ان کی عملداری میں بنگال اور اڑیسہ کے صوبے بھی تھے۔

راجا مان سنگھ نے 1592ء میں اڑیسہ پر فوج کشی کی۔ اس کے کچھ عرصے بعد راجا مان سنگھ نے اڑیسہ پر بھی قبضہ کرلیا۔

اُڑیسہ یکم اپریل 1936ء کو بہار سے الگ ہوا۔ اس کے شمال میں (بہار/ جھارکھنڈ) شمال مشرق میں مغربی بنگال، جنوب مشرق میں خلیج بنگال اور جنوب میں آندھرا پردیش اور مغرب میں چھتیس گڑھ (سابق مدھیہ پردیش) واقع ہیں۔ اڑیسہ کے جنوب میں آندھرا پردیش کا ساحل علاقہ اور ضلع وشاکھاپٹنم کا بھی بحری راستہ سے گزرنے والوں کا اہم مقام تھا۔ وشاکھاپٹنم میں حضرت شاہ اسحٰقؒ مدنی کا مقبرہ ہے اور وہاں دیگر قبریں بھی ہیں۔ ان مزارات پر عربی زبان میں کتبے بھی ہیں۔ حضرت اسحاقؒ مدنی کا تعلق مدینہ سے بتایا جاتا ہے۔ اونچے مقام پر مسجد اور مقبرہ شاہ اسحاقؒ مدنی اور دوسری قبریں ہیں۔ ساحلی علاقہ اس مقام سے صاف نظر آتا ہے۔ عربی کے کتبات ہیں جبکہ اس علاقہ میں کسی مسلمان خاندان کی حکومت بھی نہیں تھی۔ اس سے اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ تمام ساحلی علاقوں پر عرب تجار آیا کرتے تھے اور عربی زبان کے کتبات عرب سرزمین سے تعلق بیان کرتے ہیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بھی صحابی چین تک کا سفر کرتے تھے اور صحابیوں کے مزارات چین میں بھی بتائے جاتے ہیں۔ اس آلٹی (ALTI) کے پہاڑ پر حضرت سلیمانؑ کے تخت کا ورود ہوا تھا اس بلند پہاڑ کی چوٹی پر 1730ء میں نواب مرشد قلی خاں کے نائب شجاع الدین محمد خاں نے ایک مسجد اور ایک خانقاہ قائم کی تھی۔ وہاں نصب سنگی کتبہ پر فارسی زبان میں مندرجہ ذیل اشعار درج ہیں۔

چوں شجاع الدین محمد خاں بساخت ❁ بقعہ کز دے بنا ید نورِ دیں
سال تاریخش بجستم از خرد ❁ تاشود سال بنائے اومبیں

دست بردار از سر جہد و بگو ❁ گفت ہاتف رشک فردوس بریں
۱۱۳۲ھ

اڈیشہ کے علاقے میں بھی بزرگان دین تشریف لائے اور گمنام رہتے ہوئے بھی دین اسلام کی خدمات انجام دے گئے، حالانکہ اس صوبہ میں مسلمانوں کی تعداد محض چار فیصد ہے دیگر ساحلی اضلاع جیسے بالیشور/ بھدرک/ جاج پور/ جگت سنگھ پور/کٹک/ کندرہ پاڑہ/ پوری/خوردہ/ اور بھونیشور میں اچھی خاصی آبادی ہے،ان علاقوں میں مسلمانوں کی تعداد دس فیصد کے قریب ہے۔

اب ہم اڈیشہ کے چند بزرگان دین کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔

(۱) حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت (پوری ضلع) :

اڈیشہ میں تبلیغ اسلام کے سلسلے میں حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت (م1383ء) کا نام سب سے پہلے لیا جاتا ہے۔آپ کا نام سید جلال الدین بخاریؒ اور لقب مخدوم جہانیاں تھا۔آپ حضرت نظام الدین اولیاؒ کے خلیفہ اور جانشیں حضرت نصیر الدین چراغ دہلیؒ کے خلیفہ تھے۔آپ نے بے انتہا سیر وتفریح کی اور بہت سے اولیاء کرام سے نعمتیں اور برکتیں حاصل کیں۔

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے متعلق اس سے زیادہ اور جانکاری نہیں مل پائی کہ حضرت مرشد آباد (بنگال) میں کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد اڈیشہ کے پوری ضلع میں آئے تھے اور انھوں نے وہاں اسلام کی تبلیغ کی تھی۔ پوری جہاں تاریخی جگن ناتھ مندر ہے جہاں ملک کے گوشے گوشے سے ہندو زائرین آتے ہیں۔

حضرت مخدوم جہانیاں کا سفر بمقام اوچھ (موجودہ بہاول پور/ پاکستان) سے شروع ہوتا ہے۔آپ نے ایک سفرنامہ بھی لکھا ہے۔مذکورہ سفرنامہ علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔اس کا ادبی ترجمہ سید محمد عباس ابن سید غلام علی نے کیا تھا اور یہ مطبع رائے بھوانی پرشاد دہلی سے ۱۸۹۹ء میں شائع ہو چکا ہے۔اس کا ایک نسخہ خانقاہ چشتیہ منعمیہ ابوالعلائیہ رام ساگر (گیا) میں موجود ہے۔راقم کو اس کی اطلاع خانقاہ کے سجادہ نشیں حضرت سید شاہ صباح الدین نے دی ہے۔اس سفرنامہ میں ایک جگہ لکھا ہے کہ جب حضرت مخدوم جہانیاں کربلا معلی گئے تو دیکھا کہ وہاں ایک شامیانہ لگا ہوا ہے اور اس میں چراغ کافوری جل رہا ہے۔واضح رہے کہ یہ واقعہ ساڑھے چھ سو سال قبل کا ہے جبکہ حضرت مخدوم جہانیاں کا انتقال 1383ء میں ہوا ہے۔

(۲) حضرت سید شاہ بخاری (کائی پدر شریف) :

حضرت سید شاہ بخاری کا مزار شریف ضلع خوردہ میں کائی پدر میں ہے۔ان سے مسلم اور غیر مسلم عوام بہت عقیدت رکھتے ہیں۔وہ حضرت دین کی خدمت میں باہر سے آئے تھے۔ان بزرگ کا اصل نام کیا تھا،کہاں سے آئے تھے اور کب آئے تھے اور کب ان بزرگ کا وصال ہوا۔اس بارے میں کسی کو جانکاری نہیں ہے؟

اتر پردیش کے سابق گورنر جناب اکبر علی خاں 1974ء میں یوپی سے اڑیسہ کے گورنر ہو کر آئے تھے۔ وہ حضرت سید شاہ بخاری کے مزار شریف پر حاضر ہوئے تھے اور اس مسجد میں شب بیداری کی تھی۔

(۳) حضرت حاجی عبد الشکور عرف فقیر بابا قندھاری تر بھا ضلع سو پنور (سابق ضلع بلانگیر) :

آپ کے آباو اجداد افغانستان کے رہنے والے تھے اور وہیں آپ کی پیدائش ہوئی لیکن قدرت کی مرضی کے مطابق تقریباً سو سال کی عمر میں اپنے ایک بھائی جو غالباً آپ سے عمر میں بڑے تھے وہ دیگر سالکین ومجذوب اولیاء کرام کے ہمراہ ہندوستان تشریف لائے۔

یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ ورود ہندوستان سے قبل آپ شادی شدہ تھے یا نہیں؟ لیکن ہندوستان میں آپ نے شادی نہیں کی۔ جبکہ آپ کے برادر اکبر کی شادی تر بھا گاؤں کے اطراف میں ہوئی تھی کچھ عرصہ بعد حضرت کے بھائی حج بیت اللہ کے ارادے سے چل پڑے اور اس دیار قدس میں ان کا انتقال ہوگیا۔

حاجی عبد الشکورؒ کے پاس عام طور سے لوگوں کا ایک میلہ لگا رہتا تھا خصوصاً اڑیسہ/ بنگال/ مدھیہ پردیش اور چھتیس گڑھ کے لوگ پروانہ وار موجود رہتے اور اپنی حاجتوں میں شادکام ہوتے اور اپنے کام کے لیے بارگاہ خداوندی سے دعا کراتے اور اپنے گوہر مراد کو پاتے۔

اڈیسہ کے ایک چھوٹے سے گاؤں (تر بھا) جہاں چند سال پہلے تک آمد ورفت کی کوئی سہولت نہ تھی جہاں خورد ونوش کی آج بھی کوئی ہوٹل وغیرہ نہیں ہے۔ ایسے میں مشکل بھرے سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے پہنچنے والے زائرین کو کتنی دشواری تھی لیکن قربان جائیے رحمت الٰہی کے کہ اس نے اپنے مقرب بندے کو اپنے فضل وکرم سے فنائے باطنی کے ساتھ ساتھ فنائے ظاہری عطا فرمایا تھا-کئی ایکڑ زمین آپ نے حاصل کرلی تھی جس کی آمدنی سے لنگر غوثیہ جاری رہتا اور ہر حاضر ہونے والے کو دو وقت کا کھانا مل جاتا تھا-لنگر کا یہ سلسلہ منتظمین درگاہ نے آج بھی جاری رکھا ہوا ہے۔

حاجی عبد الشکور کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ آپ غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی کی اولاد سے ہیں لیکن اس سلسلے میں کوئی واضح ثبوت اب تک سامنے نہیں آیا۔ بہر حال آپ کی بزرگی اور کرامت میں کوئی شک نہیں ہے۔ آپ مسلم الثبوت شریعت وطریقت جامع، صاحب کشف وکرامات، مبلغ قرآن وسنت سالک بزرگ تھے جنہوں نے عیش وعشرت کو ٹھکرا کر فقر وفاقہ کی زندگی اختیار فرمائی اور عوام کی زبان میں ”فقیر بابا“ کے لقب سے مشہور ہوئے۔

مقامی روایت کے مطابق آپ کا انتقال ۱۲ر جمادی الآخر ۱۴۰۴ھ بمطابق: ۱۴ر مارچ ۱۹۸۴ء کو ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ اس وقت ان کی عمر تقریباً ایک سو پچاس (۱۵۰) سال تھی۔

حاجی عبدالشکور ایک سالک بزرگ تھے آپکے ایک بھائی مجذوب تھے وہ رائے پور (چھتیس گڑھ) میں سڑک کے کنارے رہتے تھے ان کا انتقال رائے پور میں ہوا اوران کا مزار مبارک بھی رائے پور (چھتیس گڑھ) شہر میں ہے۔ان کے بارے میں لوگوں کو یہ معلوم ہے کہ ان کا وطن افغانستان کے قندھار علاقے میں تھا اور وہ ''پشتو'' زبان بولتے تھے۔آپ پشتو کے علاوہ اور کوئی زبان نہیں بولتے تھے۔یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حاجی عبدالشکور کے بارے میں رائے پور والے مجذوب ہی نے لوگوں کو بتایا تھا۔جب کہ حاجتی ان کے پاس جاتا تھا تو وہ کہتے تھے کہ شکور (حاجی عبدالشکور) کے پاس جاؤ-ان کا مزار مبارک پختہ اور ایک مسجد تعمیر کر دی گئی ہے۔

راقم الحروف (شاہد اقبال) کو یہ تفصیلات جناب سید سجاد اشرف (ساکن کوڈاپٹ/اڑیسہ) نے لکھ کر دی ہیں۔ راقم اس عنایت کے لیے حضرت سجاد اشرف صاحب کا بے حد شکر گزار ہے۔

(۴) حضرت سید شاہ علی شہید بخاریؒ (قلعہ میدان کٹک شہر) :

جناب سید محمد شمیم نے اپنی کتاب (بزرگان دین صفحہ ۸۴) میں مختلف حوالوں سے لکھا ہے کہ جب ۱۸۰۳ء میں انگریزوں کا اڑیسہ پر حملہ ہوا اس وقت حضرت شاہ بخاری مراٹھوں کی حکومت میں کٹک کے قلعہ میں فوج میں شامل تھے۔ گھوڑے پر سوار حملہ آور فوج سے جنگ کے دوران دشمنوں کی ضرب سے ان بزرگ کا سر تن سے جدا ہو گیا مگر گھوڑے پر سوار تن بے سر تقریباً چالیس (۴۰) میل دور جاج پور کی طرف میں جا کر مدفن میں گرا۔ چنانچہ ان بزرگ کا سر کٹک قلعہ میں شاہی مسجد کے قریب گرا تھا وہاں مدفن ہے اور تن جاج پور کے اطراف میں ہے۔

(۵) دادا پیر سید شاہ بہادر درویشؒ :

کٹک شہر سے چالیس (۴۰) میل مشرق کی جانب ایک گاؤں محی الدین پور ہے جو ضلع جگت سنگھ پور شہر سے تین میل شمال میں ہے۔محی الدین پور گاؤں کی مسجد کے پاس ان کا کچا مزار ہے۔احاطہ بنا ہوا ہے ان کا نام ''سید شاہ بہادر درویش'' تھا۔کچھ لوگ صرف ''شاہ بہادر'' بتلاتے ہیں وہ بزرگ دادا پیر کے نام سے مشہور ہیں۔

جناب سید محمد شمیم نے مختلف حوالوں سے تحریر کیا ہے کہ دادا پیر کڑا مانک پور (نزد الہ آباد) سے آئے تھے۔ان کے آباواجداد بغداد سے ہندوستان آئے تھے۔ان کے دادا کا نام ''محی الدین مدنی'' تھا۔

دادا پیر کے کشف وکرامات کے چرچے بہت جلد پھیل گئے اور لوگ جوق در جوق ان کے حلقہ ارادت میں شامل ہونے لگے جب یہ واقعہ ہوا،اس وقت اڑیسہ میں مراٹھوں کی حکومت تھی (۱۷۵۰ء تا ۱۸۰۳ء))ان کے فرزندوں میں سے چند کے نام یہ ہیں۔

(۱) حاجی سید حسن علی (جن کا بزرگی میں ابدال کا درجہ تھا) (۲) سید صالح (۳) سید لعل (۴) محبوب علی شاہ (۵) طیب جی۔

ان بزرگ کے فرزندان اپنے والد ماجد کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اڑیسہ کے دور اور نزدیک کے علاقوں میں دین اسلام کی ترویج واشاعت کے لیے جا بسے۔

(۶) مورث اعلیٰ خانوادۂ سادات حسینی زیدی پرگنہ سونگرہ ضلع کٹک :

شہنشاہ جہانگیر کی وفات ۱۶۲۷ء کا زمانہ تھا۔خانوادہ حسین زیدی کے سید ابوالہاشم نامی ایک جوان تبلیغ دین کے سلسلہ میں عظیم آباد (پٹنہ) سے ہجرت کرکے کٹک ضلع کے پرگنہ سونگرہ میں آکر بس گئے۔وہاں شادی کی اس سونگرہ میں آپ کی اولاد پھلی پھولی۔کہتے ہیں کہ حضرت سید ابوالہاشم اپنے ساتھ نشاندہ پتھر لائے تھے جو بعد میں کٹک شہر میں قدم رسول نام کی عمارت میں اس کے مرکزی مقام پر نصب کیا گیا۔حضرت اپنے ساتھ شجرہ نسب بھی لائے تھے۔کئی پشتوں تک ان کی اولاد بڑھتی رہی اور نسلوں کے ساتھ ناموں کا اضافہ کرتی رہی۔آپ کا خاندان اعلیٰ اعتبار سے اڑیسہ میں ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔اس خانوادہ میں بڑے بڑے علما وحفاظ وغیرہ گزرے ہیں اور اب بھی وہاں کے تعلیمی ادارہ عربیہ اسلامیہ کے ذریعہ دین اسلام کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

سید ابوالہاشم (مورث اعلیٰ سونگرہ) ضلع کٹک

(۱) سید نور محمد (۲) سید محمد (۳) سید غلام علائی (۴) سید غلام احمد (۵) سید احمد علی (۶) سید واثق علی (۷) سید سلامت ولی (۸) سید سعادت علی (۹) سید وراثت علی (۱۰) ڈاکٹر سید ولایت علی (پیدائش ۱۹۰۸ء/ وفات ۱۹۷۶ء)

حواشی :

(۱) اُڑیسہ میں اردو ـــ حفیظ اللہ نیولپوری (مطبوعہ قومی کونسل برائے فروغ اردو نئی دہلی/ 2001ء)

(۲) اولیائے اسلام (ڈائریکٹری) ـــ ڈاکٹر اشفاق انجم (الہدیٰ پریس مالی گاؤں 2011ء)

(۳) بزرگان دین ایک کی تلاش سینکڑوں کی دریافت ـــ سید محمد شمیم (مطبوعہ کاکوری آفسٹ پریس لکھنؤ 2008ء)

(۴) تاریخ مگدھ ـــ فصیح الدین بلخی (مطبوعہ خدا بخش لائبریری (باردوم) 2018ء)

(۵) شہرشاہ اوراس کا عہد مصنف کالکارنجن قانون گو ـــ مترجم رام آشرے شرما (قومی کونسل پریس فروغ اردو نئی دہلی 1998ء)

(۶) ماثر الامرا (جلد دوم) ـــ مؤلف شاہنواز خان، مترجم پروفیسر محمد ایوب قادری (مرکزی اردو بورڈ لاہور 1969)

(۷) ہندوعرب تعلقات کا تاریخی جائزہ ـــ ڈاکٹر محمد یٰسین قدوسی (مطبوعہ سلمان فائن پرنٹرس ناگپور 2014)

(۸) ہندوستان کے صوبوں کا قیام کا تاریخی پس منظر ـــ پروفیسر مطیع الرحمن 2002ء

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

خواجہ حسن نظامی کی خاکہ نگاری

● سید محمد نیر رضوی—— سی ۳، رحمان اپارٹمنٹ، نیو پارس ٹولی، ڈورنڈا، رانچی (جھارکھنڈ)

اُردو زبان و ادب کی نشو ونما کے بارے میں ماہرین لسانیات اور صاحبان عقل وفہم کی یہ رائے درست ہے کہ اُردو زبان نے دوسری کئی معیاری، اور اعلیٰ و ارفع زبانوں سے الفاظ مستعار لئے اور اپنے خزانہ کو وسعت دی۔ اسی طرح اُردو کے معیاری ادب نے بھی مغربی ادب سے خوب خوب استفادہ کیا۔ نثر اور نظم میں کئی اصناف ایسی ہیں جو مغربی ادب سے مستعار لی گئیں اور پھر اسے گنگا جمنی تہذیب میں ڈھال کر اپنے دیس کی مٹی کی خوشبو عطا کرتے ہوئے اُسے نہایت دلکش اور معیاری بنا دیا گیا مثلاً ہم نے یعنی اُردو زبان و ادب نے فارسی زبان و ادب سے ایک لفظ ’’مرغ‘‘ لیا اور پھر اُس لفظ سے ’’مرغا‘‘ اور ’’مرغی‘‘ بنا لیا۔ اس طرح کی سیکڑوں مثالیں اُردو زبان و ادب میں موجود ہیں جس کی وجہ اُردو زبان مالامال ہوئی اور اُردو ادب کا خزانہ وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا۔ اُردو میں خاکہ نگاری کا فن بھی دیگر کئی اصناف کی طرح مغربی ادب سے ہی مستعار لیا گیا ہے، یا یوں کہیں کہ خاکہ نگاری کا فن بھی یوروپ کے مصنفین کی دین ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ یورپ کے مشہور مصنف ایڈیسن اور اسٹیل نے بڑی مہارت سے خاکہ نگاری کی ہے۔ ان کی تقلید میں دوسری زبانوں کا ادیبوں نے بھی خامہ فرسائی کی۔ ہمیں فرانسیسی، عربی، چینی، روسی، جرمنی اور انگریزی جیسی ترقی یافتہ زبان و ادب میں بھی خاکہ نگاری کے شاہکار اور اعلیٰ نمونے ملتے ہیں۔ اُردو زبان و ادب میں خاکہ نگاری اور شخصیت نگاری کا باضابطہ آغاز مشہور ومعروف ادیب و دانشور مرزا فرحت اللہ بیگ کی تحریروں سے ہوتا ہے۔ اُردو میں فرحت اللہ بیگ کی کتاب ’’نذیر احمد کی کہانی، کچھ ان کی کچھ میری زبانی‘‘ اس ضمن میں یعنی خاکہ نگاری میں باضابطہ پہلی کتاب تسلیم کی جاتی ہے۔ حالانکہ پروفیسر نثار احمد فاروقی، ڈاکٹر محمد حسن، صابرہ سعید، محمد حسین آزاد، شمیم کرہانی، حسن احمد اور ڈاکٹر خلیق انجم جیسے محققین اور ناقدین نے فرحت اللہ بیگ سے قبل بھی خاکہ نگاری کے نقوش تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔ فرحت اللہ بیگ کے ساتھ یا ان کے بعد اس صنف کی نشو ونما میں جن ادیبوں نے اہم کردار ادا کیا ان کی فہرست طویل ہے۔ خواجہ حسن نظامی، جوش ملیح آبادی، رشید احمد صدیقی، مولوی عبدالحق، فرحت کاکوروی، مالک رام، جگن ناتھ آزاد، سردار جعفری، مجتبیٰ حسین علی جواد زیدی،

کرشن چندر، نظیر صدیقی، کنہیا لا کپور، سعادت حسن منٹو اقبال متین، ابراہیم جلیس، اور صادق الخیری مشہور ومعروف ادیبوں کی تحریروں سے یہ صنف ادب مزید پروان چڑھی۔ قرۃ العین حیدر نے بھی چند خاکے لکھے جس میں قاری کو مصنفہ کی عالمانہ اور دانشورانہ صلاحیتوں کا احساس ہوتا ہے۔ صالحہ عابد حسین نے بھی کئی اچھے اور معیاری خاکے تحریر کئے۔ انہی ناموں میں ایک اہم نام محمد طفیل کا بھی ہے جن کو محمد نقوش کے نام سے بھی ادبی دنیا جانتی ہے۔ محمد طفیل نے جدید خاکہ نگاری کو ایک نئی تازگی اور توانائی بخشی۔ انہی ناموں میں ایک اور بہت ہی اہم نام خواجہ حسن نظامی کا بھی ہے جن کی خاکہ نگاری میں دلکشی اور شگفتگی اس صنف خاکہ نگاری کے اوصاف بن کر اُبھری۔ خواجہ حسن نظامی نے اُردو میں خاکہ نگاری کو ایک نیا مقام عطا کیا اور ادبی وقار بھی بخشا۔

دنیا کی ہر ترقی یافتہ زبان میں خاکہ نگاری کے نمونے ملتے ہیں۔ زمانہ کے نشیب و فراز میں مزاج تبدیل ہوتا ہوا نظر آتا ہے زندگیاں بنتی بگڑتی ہوئی نظر آتی ہیں، معاشی اور معاشرتی تانے بانے بنتے سنورتے دکھائی پڑتے ہیں۔ ایسی صورت حال میں خاکہ نگار جب قلم اٹھاتا ہے تو اس کی نظر تمام رنگ و روپ پر ہوتی ہے۔ اس کے احاطہ تحریر میں کوئی معمولی آدمی بھی ہوسکتا ہے اور کوئی اعلیٰ وارفع شخصیت بھی ہوسکتی ہے۔ اردو میں خاکہ نگاری کا باضابطہ آغاز بیسویں صدی میں ہوا۔ فرحت اللہ بیگ سے خواجہ حسن نظامی تک بہت سارے خاکہ نگاروں نے اس میدان عمل میں زور آزمایا۔ خواجہ حسن نظامی کی خاکہ نگاری عام روش سے ہٹ کر تی ہے۔ اُن کی خاکہ نگاری کا نہایت خوشنما وصف یہ ہے کہ وہ آدمی کو آدمی کے روپ میں دیکھتے ہیں۔ خاکہ نگاری ایک فن ہے۔ جب خاکہ نگار کا قلم کسی بھی شخصیت کو اپنی گرفت میں لیتا ہے تو نہایت متوازن طور پر جرأت مندی اور سلیقہ مندی کا ثبوت پیش کرتا ہے۔ خاکہ نگار اگر ادب نواز ہو مگر عدل پسند نہ ہو تو یہاں تھوڑی سی بھی غیر متوازن صورت حال خاکہ کو مجروح کر سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کی مختلف زبانوں میں لاتعداد خاکے تحریر کئے گئے مگر چند ہی خاکہ نگاروں کے خاکے ادبی دنیا میں شاہکار خاکوں کا درجہ رکھتے ہیں۔ اُردو میں خاکہ نگاری اور شخصیت نگاری کے قابل احترام ناقد پروفیسر داؤد ابراہیم نے خاکہ نگاری اور شخصیت نگاری کی تعریف متعین کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> ''اسکیچ مختلف خطوط کی مدد سے کسی شخصیت کے خدوخال ابھارنے کو کہا جاتا ہے۔ جب کہ پورٹریٹ سے مراد کسی واضح شبیہ کی عکاسی ہے۔ خاکہ کو شخصی مرقع یا شخصیہ بھی کہتے ہیں اور خاکہ نویسی کو شخصیت نگاری کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ خاکہ نگاری کسی شخصیت کا معروضی مطالعہ ہے خاکہ کسی فرد یا شخص کی مکمل زندگی کا عکاس نہیں ہوتا بلکہ اس کی نمایاں خصوصیات کا اظہار لئے ہوتا ہے خاکہ میں بنائی جانے والی تصویر کی اصل شخصیت سے مطابقت ضروری ہوتی ہے۔ اگر تصویر اصل شخصیت سے ذرا سی بھی مختلف ہوگی تو خاکہ ناقص قرار پائے گا۔''

چنانچہ آدمی بہر حال آدمی ہے اور اُس کا تشخص اس کی مختلف خوبیوں اور خامیوں کا مجموعہ ہے۔ آدمی میں اگر خوبیاں ہی خوبیاں یکجا ہو جائیں تو وہ آدمی نہیں فرشتہ کہلائے گا۔ اسی طرح اگر اُس میں صرف خامیاں ہی خامیاں مجتمع ہو جائیں تو وہ شیطان

ہوسکتا ہے مگر آدمی نہیں ہوسکتا۔ خاکہ نگاری کا فن یہی ہے کہ وہ اپنی خاکہ نگاری میں آدمی کو آدمی کی طرح پیش کرے۔ خواہ مخواہ فرشتہ بنا کر یا خواہ مخواہ شیطان بنا کر پیش کرنے کی کوشش خاکہ نگاری کا نقص تسلیم کیا جاتا ہے۔ خواجہ حسن نظامی خاکہ تحریر کرتے وقت شخصیت کی اچھائیوں کے ساتھ ساتھ اُس کی برائیوں پر بھی نظر رکھتے ہیں۔ اُن کی خاکہ نگاری میں اس نہج پر ان کا پیرایۂ بیان نہایت متوازن ہوا کرتا ہے۔ شوخی، شرارت، چلبلا پن، ظرافت اور بے تکلفی جیسے تشکیلی عناصر سے ترتیب شدہ اُن کی خاکہ نگاری نہایت دلکش ہوا کرتی ہے اور قاری کے لئے دلچسپی فراہم کرتی ہے۔ وہ شخصیت کے ہر پہلو اور ہر ایک گوشہ کو ملحوظ نظر رکھتے ہیں۔ خواجہ صاحب نے سینکڑوں قلمی چہرے اور خاکے تحریر کئے مگر ان کی خاکہ نگاری میں کسی بھی صاحب خاکہ سے کسی بھی طرح کے تعصب کا پتہ نہیں چلتا۔ حد تو یہ ہے کہ انہوں نے شیطان کا قلمی چہرہ تحریر کرتے وقت بھی کسی طرح کی عصبیت کو ملحوظ نظر نہیں رکھا، حالانکہ وہ ایک نہایت متقی، پرہیز گار صوفی بزرگ بھی تھے۔ خواجہ صاحب کے خاکوں میں اگر کہیں پر خود اُن کا ذکر بھی آجائے تو وہاں پر بھی اپنے آپ کو مذاق کا عنوان بنالینے سے گریز نہیں کرتے۔ انہوں نے اپنے خاکوں میں مولویوں کا بھی خوب خوب مذاق اُڑایا ہے۔ جب کسی کا تعارف کراتے تو ان کا سحر طراز قلم ان نقوش کو بھی ابھار دیتا جہاں عام لوگوں کی عام طور پر نگاہ نہیں جاتی۔ چند نمونے ملاحظہ فرمائیے:

سر محمد یعقوب خان کے خاکہ میں لکھتے ہیں:

”مسلمانوں کی خاطر ان کا دسترخوان وسیع ہے ہمیشہ کھلاتے ہیں اور کھلا کر خوش ہوتے ہیں۔ ان کی خندہ پیشانی اور بذلہ سنجی اور طبیعت کی شگفتگی ملاقاتی کے لئے ایک عمدہ غذائے روح ہوتی ہے۔ اگر ان کی داڑھی لمبی ہوتی تو شاید وہ بھی مولویوں کی طرح فقط دعوت کھایا کرتے۔ کھلانے سے احتیاط کرتے اور مجرد بھی نہ رہتے بلکہ چار نکاح کرتے۔“

فلم ایکٹرس نجّن کا خاکہ دیکھئے:

”لمبا قد، کامنی بدن، گول چہرہ، آنکھیں نہ بڑی نہ چھوٹی مگر پراثر ہیں۔ رنگ سانولا معلوم ہوتا ہے۔ اسٹیج پر گوری نظر آتی ہے۔ عمر جوانی کی راتوں اور مرادوں کے دنوں کی ہے مسلمان حساب نہیں جانتے ریاضی نہیں جانتے کہ نجّن کی عمر کا حساب بتاسکیں یا اس کے قد کی رعنائی ناپ سکیں۔“

خاکہ نگاری میں جس طرح کی جزئیات نگاری، باریک بینی اور قوت مشاہدہ کی بطور خاص ضرورت ہوتی ہے وہ تمام تر خصوصیات خواجہ صاحب کی خاکہ نگاری میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ اُن کی خاکہ نگاری کی ایک اہم خوبی اُن کے خاکوں کا اختصار اور ایجاز ہے۔ اُن کی خاکہ نگاری سے نہ صرف شخصیتوں کی تصویر قاری کے سامنے اُبھر کر سامنے آجاتی ہے بلکہ قاری کو اس شخصیت کے کردار کی جھلک بھی نظر آنے لگتی ہے۔ وہ مشکل تراکیب سے احتراز کرتے ہیں اور تشبیہات کو اپنے خاکوں میں جس طرح استعمال کرتے ہیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ تشبیہات، نہ صرف اُردو کی عام فہم تشبیہات ہیں بلکہ عصری زندگی کی ترجمان بھی ہیں۔

مرقع کشی کے دوران استعمال ہونے والی تشبیہات بھی اُردو کی بندھی ٹکی روایتی تشبیہات نہیں ہوتیں بلکہ انہیں بھی برتنے کا ایسا نادر و نایاب ڈھنگ ہوتا ہے جیسے کہ وہ تشبیہات نہ ہوں بلکہ خود خاکہ نگار کی زندگی کا مشاہدہ ہوں جسے خاکہ نگار اپنے تجربات ومشاہدات کی روشنی میں اپنی تحریر کے توسط سے صاحب خاکہ کی کہانی صاحب خاکہ کی زبانی بیان کرتے کرتے قاری کو کوئی اہم پیغام دے رہا ہو۔خواجہ صاحب فطری طور پر حق گو اور بے باک قسم کے آدمی تھے اس لئے خاکہ نگاری کرتے وقت ان پہلوؤں کو نہایت سلیقہ سے اُجاگر کرتے ہیں جو پہلو اکثر وبیشتر اس شخصیت کی انفرادیت کے حامل ہوا کرتے ہیں۔خواجہ صاحب کی خاکہ نگاری کے یہی اوصاف اُن کو دوسرے خاکہ نگاروں سے منفرد اور ممتاز مقام عطا کرتے ہیں۔ چند مثالیں دیکھئے:

نانک کا ذکر :

”سچے خدا کا سچا ولی توحید کا سمندر، حقانیت کا طوطی ہزار داستان، پانچ دریا کے ملک میں حواس خمسہ کو گفتار سے درس وحدت دینے والا سکھ فرقے کا بانی مگر فرقہ پرستی سے پاک۔“

ماڈرن معشوق کی مرقع کشی دیکھئے:

”قد ایسا جیسا کہ اخبار کا کالم، بال ایسے جیسے تنخواہوں میں تخفیف، پیشانی ایسی جیسے وہائٹ ہاؤس پیپر، بھویں ایسی جیسے اسمبلی ہال اور پلکیں لکھنے کا باریک نب۔رخسار بالشیوک یا سرحدی سرخ پوش، ٹھوڑی برٹش ڈپلومیسی، ہونٹ انگریز کھانے کی لال جیلی، کمر ہندوستان کا اتفاق، بالوں کی کتر شامیانے کی جھالر، ایسا ضدی جیسے پولس کا سپاہی، ایسا بے وفا جیسے دیسی لیڈر، ایسا ہرجائی جیسے تمباکو، ایسا منہ چڑھا جیسے چائے کی پیالی، چلتا ہے تو سگریٹ کی دھوئیں کی طرح بل کھاتا ہوا، دیکھتا ہے تو خوردبین بن جاتا ہے، بولتا ہے تو پیانو معلوم ہوتا ہے۔“

خواجہ حسن نظامی درحقیقت ایک صوفی بزرگ تھے اور تصوف کے وسیلہ سے قوم کی بالخصوص مسلمانوں کی اصلاح کرنا اپنا فریضہ سمجھتے تھے۔اُن کی تحریروں کا نصب العین تصوف کی ترویج واشاعت ہے۔مگر یہ مطمح نظر اس قدر ہمہ گیر اور آفاقی تھا کہ اُنہوں نے جہاں میلاد نامہ اور محرم نامہ لکھا، وہیں کرشن بیتی بھی تحریر کی۔وہ بھارت کی گنگا جمنی مشترکہ تہذیب کے نمائندہ تھے۔ ایک ایسے ادیب اور ایک ایسے انشائیہ نگار تھے جو اپنے احساسات کو ہمیشہ انتہائی صدق دل اور بیباکی سے پیش کرتا ہے۔ خواجہ حسن نظامی کی پیدائش ۱۸۷۸ء میں دہلی میں ہوئی۔اُنہوں نے جب ہوش سنبھالا تو مغرب کی بالادستی قائم ہو رہی تھی۔ایک دور ختم ہو رہا تھا اور ایک دور شروع ہو رہا تھا انگریزوں نے اپنے سیاسی اقتدار کو یہاں مستحکم کر لیا تھا۔انگریز تہذیبی اقتدار بھی مستحکم کرنا چاہتے تھے مگر وہ ابھی تک اس عمل میں ناکام تھے کیونکہ ہندوستانی عوام اپنی قدیم تہذیبی اقدار سے مطمئن تھی حالانکہ معاشرہ کو فرسودہ قرار دے کر شعوری اور غیر شعوری طور پر ترک کئے جانے کی اُن کی کوشش مسلسل جاری تھی اور اُس کا نتیجہ یہ تھا کہ معاشرہ رفتہ رفتہ ذہنی کشمکش اور تصادم کا شکار بنتا جا رہا تھا۔

مصورفطرت، شمس العلما خواجہ حسن نظامی کے متصوفانہ مزاج کو استحکام بخشنے میں خانقاہ عالم پناہ، خانقاہ مجیبیہ، پھلواری شریف کا بھی بڑا اہم کردار رہا ہے۔ خواجہ صاحب نے ۱۹۱۱ء میں ہندوستان کی مشہور فیض رساں خانقاہ، خانقاہ مجیبیہ، پھلواری شریف، بہار کا سفر کیا۔ اس وقت یہاں فیاض المسلمین حضرت مولانا شاہ بدرالدین قادریؒ، مسند رشد و ہدایت پر جلوہ افروز تھے۔ اُنہوں نے خواجہ صاحب کو سلسلہ قادریہ اور دیگر سلاسل طریقت کی اجازت وخلافت عطا کی۔ خواجہ صاحب کو سب سے زیادہ سلاسل کی اجازت خانقاہ مجیبیہ، پھلواری شریف سے ہی عطا ہوئی تھی۔ خواجہ حسن نظامی کے صاحب زادہ اور عظیم ادب شناس حضرت خواجہ حسن ثانی نظامی کے مطابق حضرت مولانا سید شاہ بدرالدین قادریؒ سے اُن کے والد کو تمام سلاسل کی اجازت وخلافت ملی تھی۔ خواجہ حسن نظامی نے حضرت سید شاہ سلیمان پھلوارویؒ اور دیگر ہم مشرب علما کے ساتھ مل کر ''حلقہ نظام المشائخ'' قایم کیا جس کا مقصد یہ تھا کہ نام نہاد صوفیوں کی بے راہ روی کو دور کیا جائے اور درگاہوں کی اصلاح کی جائے۔ اسی ''حلقہ نظام المشائخ'' سے ایک رسالہ ''نظام المشائخ'' کے نام سے نکلنا شروع ہوا۔ خواجہ حسن نظامی نے جب ''نظام المشائخ'' کا رسول نمبر نکالنے کا ارادہ کیا تو فیاض المسلمین حضرت مولانا سید شاہ بدرالدین قادریؒ سے خصوصی تحریر کی درخواست کی، چنانچہ فیاض المسلمینؒ نے خواجہ حسن نظامی صاحب کی فرمائش پر ''لمعات بدریہ'' تحریر کیا جسے محبان اہل بیت نے بہت پسند فرمایا۔ یہ مضمون نہایت کارآمد اور معلوماتی ہے جو کافی مقبول ہوا۔ خواجہ صاحب نے اس امر خاص سے کافی استفادہ کیا۔ خواجہ صاحب کا وصال جولائی ۱۹۵۵ کو دہلی میں ہوا اور وہیں تدفین عمل میں آئی۔

خواجہ حسن نظامی اپنے عہد میں سرسید احمد خاں اور علامہ اقبال کی علمی اور ادبی خدمات سے بہت متاثر تھے۔ شعور کی آنکھ کھولتے ہی سرسید کی تحریریں دیکھیں، شباب پر آئے تو ڈپٹی نذیر احمد، شبلی نعمانی، عبدالقادر، سید سلیمان ندوی، مولانا ابوالکلام آزاد، عبدالماجد دریابادی اور سجاد حیدر یلدرم کی شخصیت اور اُن کی نگارشات سے استفادہ کیا۔ خواجہ صاحب کے دل میں مسلمانوں کے لئے بے پناہ درد تھا۔ اُنہیں یہ خوف لاحق تھا کہ بندۂ خدا، اس سرمایہ دارانہ نظام میں اور روز افزوں مشینی دور کی وجہ سے گرتے اخلاقی اقدار اور مسلسل بڑھتے مادیت پسندی کے غلبہ میں اپنے باوقار اخلاقی اقدار سے کہیں بیگانہ نہ ہو جائے۔ چنانچہ خواجہ صاحب نے اُن کی اصلاح کے لئے قلم اٹھایا اور ادب کا سہارا لیا۔ اُنہوں نے اپنی علمی اور ادبی کاوشوں کے تحت نہایت کامیاب انشائیے تحریر کئے۔ خواجہ حسن نظامی کی انشائیہ نگاری کا مقصد بھی تصوف کی ترویج واشاعت ہے۔ وہ خود فرماتے ہیں:

> ''میں نے جتنی بھی خامہ فرسائی کی ہے وہ محض اس لئے کی ہے کہ نئی روشنی کے لوگ جو صوفیوں کی پرانی کتابیں نہیں پڑھتے یا ان کتابوں کے قدیمی طرز تحریر کے سبب تصوف ہی سے غیر مانوس ہوتے جاتے ہیں، وہ میرے نئے انداز تحریر سے ادھر راغب ہوں اور کیف روحانی سے فائدہ اُٹھائیں۔''

خواجہ صاحب کا مخاطب سماج کا عام طبقہ ہے، معمولی پڑھے لکھے لوگ ہیں بلکہ زیادہ تر جاہل لوگ ہیں، چنانچہ تصوف کے نکات کی عکاسی کے لئے اُنہوں نے جو اسلوب اختیار کیا اس کے متعلق وہ خود فرماتے ہیں:

’’تصوف شاعرانہ لطائف اور بذلہ سنجی کے ذریعہ بیان کیا جائے تو اس میں بڑا لطف آتا ہے اور میں نے تمام گذشتہ متقدمین کی مقررہ مثالوں اور نرالی تشبیہات سے نرالی مثالیں اور تشبیہیں اردو زبان میں پیدا کر دی ہیں اور میں اسے لطف انگیز انداز سے تصوف کو بیان کرتا ہوں جو دنیا میں آجکل کوئی بھی بیان نہیں کر سکتا اور یہی وجہ میرے لٹریچر کے مقبول ہونے کی ہے اور بنا پر میں پیش گائی کرتا ہوں کہ میرا لٹریچر پائدار بھی ہے۔‘‘

یقیناً! خواجہ صاحب کی خاکہ نگاری سمیت ان کے تمام لٹریچر پائدار ہیں کیونکہ وہ عام قاری کی نفسیات، اس کی ذہنی بصیرت و بصارت اور تعلیمی استعدادی مناسبت سے اپنے لٹریچرس میں قاری کے لئے مسرت کا سامان فراہم کرتے ہیں۔

خواجہ حسن نظامی کا قلم حق اور صداقت کی نمائندگی کرتا ہے اور نتائج کی پروا کئے بغیر بڑی بے باکی سے حق گوئی کی جانب قدم بڑھاتا ہی جاتا ہے۔ ایک بار کا واقعہ ہے کہ ایک مسلمان سرکاری ملازم کی ہمدردیاں، مسلمانوں سے نہ ہو کر انگریزوں کے ساتھ ہوتی ہوئی جب اُنہوں نے دیکھا تو اس کے متعلق اس کا خاکہ ’’نئی روشنی کا فرعون‘‘ تحریر کیا۔ اس خاکہ کا ایک اقتباس دیکھئے:

’’ٹھگنا قد جیسے ورزش کا مگدر، موٹا بدن جیسے ڈنلپ ٹائر کی اشتہاری تصویر، رنگ نہ گورا نہ کالا نہ گندمی نہ سانولا نہ پھیکا نہ میٹھا نہ کڑوا نہ کسیلا بلکہ کالے سفید تلوں کی ملی ہوئی بھوسی کی رنگت ہے۔ چہرہ سلولائیڈ ساخت کے کھلونوں سے مشابہ ہے نہ گول نہ کتابی، دیکھنے میں انسانی صورت مگر فرشتوں کے ہاتھ نہیں ہوئی بلکہ شداد نے اپنی بہشت بناتے وقت کسی کمہار سے بنوائی ہوگی، آنکھیں مگرمچھ کی طرح چھوٹی چھوٹی نیچے کی طرف جھکی ہوئی‘‘۔

اسی طرح مولانا ظفر علی خان کا خاکہ دیکھئے:

’’بھک سے اُڑ جانے والی ایک قسم کی انسانی بارود ہیں اُن کی بول چال میں تحریر میں پنجابی اثر مطلق نہیں ہوتا مگر اُن کی اُردو عرب سے بن کر آتی ہے اور فارسی کے راستے یہاں تک پہنچتی ہے۔‘‘

خواجہ حسن نظامی بنیادی و عملی طور پر تھے ہر ذی روح سے ہمدردی تھی اور سارے جہاں کا درد اپنے جگر میں رکھتے تھے۔ وہ اپنے گہرے مطالعہ، گہرے مشاہدہ، گہری بصیرت و بصارت کے باعث مردم شناس تھے۔ اُن کی دوررس نگاہیں شخصیت کا بظاہر سراپا دیکھتی تھیں مگر اس میں باطن تلاش کر لیتی تھیں۔ ذہن باشعور تھا، مزاج حساس تھا اور دل کسی بھی طرح کے بغض و کینہ سے پاک تھا۔ چنانچہ ان کی خاکہ نگاری میں یہ تمام خوبیاں بھی بخوبی منعکس ہوتی نظر آتی ہیں۔ خاکہ نگاری اور شخصیت نگاری اُن کا نہایت پسندیدہ مشغلہ تھا۔ اُن کے روزنامچہ نگاری میں بھی زندگی کی عکاسی نظر آتی ہے اور شخصیت کا عکس جھلکتا ہے۔ ایک اقتباس دیکھئے:

’’ایک دن ایک طوائف جو بہت گانے میں مشہور ہے، میرے ہاں بیٹھی تھی کہ ایک غیر مقلد مولانا صاحب تشریف لے آئے اور طوائف کو دیکھ کر انہوں نے زور سے لاحول پڑھی۔ طوائف کو اپنے گناہوں کا احساس ہوا۔ وہ رو پڑی۔ مجھ پر

اس کے رونے سے وجد کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔ میں نے کہا۔ اری سن! میرا اور تیرا تو ایک حال ہے۔ تو بھی لوگوں کو لوٹنے کے لئے بناوٹی کپڑے اور زینہ پہن کر فریب کی شکل بناتی ہے اور میں بھی پرہیزگار مشہور ہونے کے لئے داڑھی اور سر کے بال بڑھاتا ہوں اور لمبا کرتا پہنتا ہوں۔ تو بھی محفل میں ناچتی ہے۔ میں بھی قوالی میں رقص کرتا ہوں مگر تو روتی ہے۔ کیوں کہ تجھے اپنے گناہوں کا احساس ہے اور میری آنکھ میں آنسو نہیں آتا کہ میں اپنی ریاکاری سے غافل ہوں۔"

خواجہ حسن نظامی ایک کثیر الجہت صاحب طرز ادیب تھے۔ اُن کی تحریر و تخلیق تین چار سو کتابوں پر محیط ہے۔ اُن کے قلم کی جولانی سے دنیائے ادب محو حیرت رہ گئی ہے کہ کس طرح ایک شخص اپنی قلیل سی حیات میں اس قدر خامہ فرسائی کر سکتا ہے! عظمت کی بلندی پر تخت نشیں انگلینڈ کا حکمراں ہو یا دنیا کی نگاہوں میں بے وقعت مچھر جیسا کیڑا ہو، سبھی موضوعات پر خوب خوب خامہ فرسائی کی۔ ان کی تحریروں میں انسانی زندگی میں درپیش ہر وہ مسئلہ، ہر وہ موضوع اور وہ شئے شامل ہے جس سے انسانی زندگی ہر دن کسی نہ کسی طرح نبرد آزما ہوتی رہتی ہے اور انسان بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر فیضیاب ہوتا رہتا ہے۔ خواجہ صاحب کی خاکہ نگاری سے اُردو میں خاکہ نگاری کو ایسی نئی تازگی و توانائی، دلکشی و شگفتگی حاصل ہوئی اور اُنہوں نے اس صنف کو ایسا ادبی وقار و معیار بخشا کہ آج نئی نسل کے باذوق قارئین خواجہ صاحب کی خاکہ نگاری یا اسی طرح کی خاکہ نگاری کو نہایت دلچسپی سے پڑھنے میں دلچسپی رکھتے ہیں کیونکہ انداز بیاں اپنے معانی میں اس طرح ڈھلتا ہے کہ شخصیت کی اصل معنویت نکھر جاتی ہے۔

معنی کی دھنک بن کر الفاظ میں ڈھل جاؤ
تم موم ہو یا شعلہ، جو بھی ہو، پگھل جاؤ

مراجع ومصادر :

(۱) خواجہ حسن نظامی: حیات اور کارنامے ـــ مرتبہ خواجہ حسن ثانی نظامی

(۲) خواجہ حسن نظامی کی انشا نگاری (ایک تجزیاتی مطالعہ): سید محمد نیر رضوی

(۳) آج کل ماہنامہ (نئی دہلی) نومبر ۱۹۷۵ ـــ خواجہ حسن نظامی نمبر

(۴) خواجہ حسن نظامی: شخصیت اور ادبی خدمات ـــ مرتبہ: نثار احمد فاروقی

(۵) سالنامہ منادی ۱۳۶۵ھ میلادی ـــ حسین بن حسن نظامی

(۶) سہ ماہی المجیب (خصوصی شمارہ: جنوری۔ دسمبر ۲۰۱۳ء) ـــ مدیر: ڈاکٹر سید شاہ فتح اللہ قادری مدظلہ العالی

****

آٹھویں قسط

منزل جاناں پہ تو پہنچا بہ صد مشکل سہی
(چند دن دیارِ حرم میں)

● وارث ریاضی ــــ کاشانۂ ادب، سکٹا دیوراج، بسوریا، مغربی چمپارن

مسجد حرام سے منیٰ جانے کے لیے دو راستے ہیں، ایک پیدل کا راستہ، جو سرنگوں سے ہو کر گزرتا ہے، اس راستے میں سایہ دار درخت لگا دیئے گئے ہیں، اس راستے میں جگہ جگہ پر پینے کے پانی اور وضوخانے اور استنجا خانے موجود ہیں، اس راستے سے منیٰ کا فاصلہ قریب ہے۔

دوسرا راستہ روڈ کے ذریعہ ہے، سڑک وسیع اور عمدہ ہے، عزیزیہ بلڈنگ سے منیٰ تقریباً پانچ سات کیلومیٹر کے فاصلے پر ہے ــــ (۱۱۴)

حجاج کرام ۸/ ۱۱/ ۱۲/ اور بعض لوگ ۱۳/ ذی الحجہ کی راتیں منیٰ میں گزارتے ہیں، یہیں سے حج کے تمام ارکین ادا کیے جاتے ہیں، اس لیے ۸/ ذی الحجہ سے ۱۲/ ذی الحجہ کے پانچ ایام کو ایام حج کہا جاتا ہے۔

مسنون طریقہ یہ ہے کہ ۸/ ذی الحجہ کو ظہر سے پہلے منیٰ پہنچا جائے، اور ظہر سے لے کر نویں ذی الحجہ کی فجر تک کل پانچ اوقات کی نمازیں یہیں ادا کی جائیں، پھر فجر کی نماز کے بعد عرفات کو روانہ ہوا جائے، مگر شدید ہجوم کے باعث عموماً معلمین ۷/ ذی الحجہ ہی کو حجاج کو منیٰ بھجوا دیتے ہیں۔

ہم لوگوں کو ۷/ ذی الحجہ ہی کو تقریباً ساڑھے تین بجے دن میں منیٰ پہنچا دیا گیا اور خیمہ نمبر ۱۰۳ میں ٹھہرایا گیا، جب ہم منیٰ میں پہنچے تو وہاں واٹر پروف خیموں کا ایک بہت بڑا شہر آباد ہو چکا تھا، ہر خیمہ ایئرکنڈیشنڈ تھا، مردوں اور عورتوں کے لیے علاحدہ علاحدہ خیمے نصب کیے گیے تھے، دبیز اسپنج کے گدے ہر خیمے میں اس طرح بچھا دیئے گئے تھے کہ خیمے میں داخل ہونے اور خیمہ سے نکلنے کے لیے درمیان میں کوئی جگہ نہیں چھوڑی گئی تھی، ہر گدہ تقریباً دو فٹ چوڑا تھا اور اس کی لمبائی کوئی چھ فٹ

ہوگی، سرہانے بیگ اور ضروری سامان رکھنے کے بعد، پیر پھیلا کر سونے میں دقت ہو رہی تھی، دو فٹ چوڑے اور چھ فٹ لمبے گدوں (MATTRESS) پر سفید جامہ ہائے احرام میں حاجیوں کے سونے کا ''منظر'' قبر کی یاد دلا رہا تھا، اگر اسپنج کے گدوں کی جگہ قالینوں پر چادریں بچھادی گئی ہوتیں تو سونے میں آسانی ہوتی، علاوہ ازیں خیموں کے اندر آنے جانے میں بھی سہولت ہوتی، کیوں کہ اسپنج کے دبیز گدوں پر پاؤں دھنس جاتے تھے، جس کی وجہ سے بھاری بھرکم بدن کے حاجیوں کو سنبھل سنبھل کر قدم رکھنا پڑتا تھا، ورنہ گر جانے کا اندیشہ رہتا تھا۔

سال بہ سال حجاج کرام کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر میدان منیٰ تنگ ہوتا جا رہا ہے، سعودی حکومت منیٰ کے پہاڑوں اور اونچی نیچی جگہوں کو ہموار کر کے منیٰ کو وسیع کر رہی ہے، تاکہ زیادہ سے زیادہ خیمے نصب کیے جاسکیں اور حاجیوں کو ہر ممکن سہولت پہنچائی جاسکے۔ حاجیوں کو راحت پہنچانے کے سلسلے میں سعودی حکومت کی کوششیں قابل قدر ہیں۔

منیٰ میں حاجیوں کے لیے کھانے پینے اور ناشتے وغیرہ کا اچھا انتظام تھا، کھانے میں عموماً بریانی اور ناشتے میں تندوری روٹیاں ملتی تھیں، لیکن یہ چیزیں ناچیز کے لیے نقصاندہ تھیں، اس لیے ناچیز بسا اوقات دہی اور چورا کھالیتا تھا اور کبھی کبھی ستو اور بسکٹ پر بھی اکتفا کر لیتا۔

منیٰ میں پینے کے لیے فلٹر شدہ پانی وافر مقدار میں ہر وقت دست یاب رہا منیٰ ہو، یا میدان عرفات ہو، یا مزدلفہ کسی جگہ بھی فلٹر شدہ شیریں پانی کی کمی نہیں رہی۔

منیٰ میں مردوں اور عورتوں کے لیے الگ الگ استنجا خانے اور وضو خانے وغیرہ کا نظم خواہ جس قدر بھی تھا، بہتر تھا، لیکن حاجیوں کی کثیر تعداد کے پیش نظر اتنا وسیع پیمانے پر نہیں تھا کہ ضروریات سے جلدی فراغت ہو جاتی، دیر تک لائنوں میں کھڑا رہنا پڑتا، کبھی کبھی تو ایک ایک گھنٹہ زحمت انتظار اٹھانی پڑتی، ایام حج میں منیٰ میں قیام کے دوران ناچیز اور ناچیز کے خیمے کے حجاج بلکہ اکثر و بیشتر حجاج اپنے خیمے ہی کے اندر جماعت کے ساتھ نمازیں ادا کرتے تھے، منیٰ میں صرف ایک ہی مسجد ہے، جسے مسجد خیف کہا جاتا ہے، ناچیز کے خیمے سے یہ مسجد کوئی ایک کیلومیٹر کے فاصلے پر تھی، کبھی کبھی تندرست و توانا حجاج مسجد خیف ہی جا کر نماز ادا کر لیتے تھے، لیکن ناچیز کو یہ سعادت حاصل نہیں ہوئی، البتہ دو بار مسجد خیف کے کچھ دور سے رمی جمرات کے لیے گزرنے کا موقع ملا۔

عرفات کے نواح میں مسجد نمرہ کے مقابلے میں مسجد خیف بہت چھوٹی ہے، لیکن یہ بہت بڑی اہمیت کی حامل ہے، اس مسجد میں بہت سے انبیائے کرام اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہم اجمعین نے نمازیں ادا کیں، ڈاکٹر محمد الیاس عبد الغنی لکھتے ہیں:

''مسجد خیف منیٰ کے جنوبی پہاڑ کے دامن میں واقع ہے اور چھوٹے جمرہ کے نزدیک ہے، اس مبارک مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ ﷺ سے پہلے بہت سے حضرات انبیا علیہم السلام نے نمازیں پڑھی ہیں، حضرت یزید بن اسودؓ

کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کیا اور فجر کی نماز آپ ﷺ کے ساتھ مسجد خیف میں ادا کی‘‘۔(۱۱۵)

حضرت عبد الرحمن بن معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منیٰ میں خطبہ دیا، آپ ﷺ نے مہاجرین کو فرمایا کہ مسجد کے اگلے حصے میں خیمہ زن ہو جائیں اور انصار مسجد کے پچھلے حصے میں قیام کریں، ان کے بعد باقی لوگ قیام کریں۔(۱۱۶)

ڈاکٹر محمد الیاس نے لکھا ہے کہ مسجد خیف مسلم خلفا اور حکمرانوں کی توجہ کا مرکز رہی، اس کی تعمیر و توسیع کا کام ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء میں مکمل ہوا، جس پر تین کروڑ پندرہ لاکھ ریال کی لاگت آئی، اس میں چار مینار ہیں، مسجد کی اندرونی فضا کو ٹھنڈا رکھنے کے لیے ۴۱۰/ایر کنڈیشن سیٹ اور ۱۱۰۰ سے زائد پنکھے لگائے گئے ہیں، مسجد سے متصل ایک ہزار سے زائد بیت الخلا اور تین ہزار سے زائد وضو کی ٹونٹیاں ہیں۔(۱۱۷)

منیٰ کے ایک پہاڑ کے دامن میں مدینہ کے انصار رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت عقبیٰ اولیٰ اور ثانیہ کی، جس کے بعد مدینہ منورہ میں اسلام کی اشاعت ہوئی، اور انصار رضی اللہ عنہم کی التماس اور اصرار شدید پر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ میں ہجرت کی۔(۱۱۸)

حج کا پہلا دن آٹھویں ذی الحجہ ہے، مسنون طریقہ یہ ہے کہ حج کے دوسرے دن یعنی نویں ذی الحجہ کو فجر کی نماز کے بعد جب سورج نکل جائے، تو عرفات کے لیے روانہ ہو جائیں، لیکن سخت بھیڑ کے باعث ۸/ذی الحجہ (۱۳/اگست) کا دن گزار کر ۹/ذی الحجہ کی رات کو عشا کی نماز کے بعد اعلان کیا گیا کہ جن حجاج کو میٹرو کے ذریعہ عرفات جانا ہے، وہ منیٰ کے میٹرو اسٹیشن پر پہنچ جائیں، چناں چہ ہماری جماعت پیدل منیٰ اسٹیشن کے لیے روانہ ہو گئی، شدید ہجوم کی وجہ سے ہم آہستہ آہستہ تقریباً دو گھنٹے میں منیٰ میٹرو اسٹیشن پر پہنچے، ہمارے خیمے سے میٹرو اسٹیشن تقریباً ایک کیلومیٹر کے فاصلے پر تھا، اسٹیشن بہت اونچائی پر ہے، اسٹیشن پر جانے کے لیے عام سیڑھیاں بھی ہیں اور متحرک سیڑھیاں بھی۔

ناچیز عام سیڑھیوں سے مولانا محمد فاروق کے سہارے میٹرو پلیٹ فارم پر پہنچا، ہر پانچ منٹ پر میٹرو ٹرین آتی جاتی تھی، تقریباً ایک آدھ گھنٹے کے انتظار کے بعد ہم میٹرو پر سوار ہوئے اور آسانی کے ساتھ عرفات اسٹیشن پر پہنچ گئے، لفٹ کے ذریعہ نیچے اترے اور تقریباً ساڑھے تین بجے علی الصباح عرفات میں اپنے خیمے کے اندر پہنچ گئے، خیمہ کشادہ تھا اور آرام دہ بھی، فجر کی نماز کے بعد کچھ دیر تک آرام کیا، پھر ناشتہ کیا، ناشتے کے بعد پھر سو گئے، عرفات میں قیام و طعام اور وضو خانے اور ٹائلٹ وغیرہ کا اچھا انتظام تھا، وقوف عرفہ پورے اعمال حج کا رکن اعظم اور نچوڑ ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

’’الحج عرفة‘‘۔(۱۱۹)

یعنی عرفہ ہی حج ہے۔

آپ ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے:

”وکل عرفة موقف“۔ (۱۲۰)

ترجمہ : عرفات کا سارا میدان موقف ہے، عرفات کے کسی حصے میں کسی بھی جگہ وقوف کرنے سے حج ادا ہو جائے گا۔

عرفات ہی کے میدان میں اسلام کے مکمل پیام ہدایت ہونے کا اعلان ہوا تھا:

”اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَـكُمۡ دِيۡنَكُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ وَرَضِيۡتُ لَـكُمُ الۡاِسۡلَامَ دِيۡنًا ؕ“

ترجمہ : آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے مولانا ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

”دین کو مکمل کر دینے سے مراد اس کو ایک مستقل نظام فکر و عمل اور ایک ایسا مکمل نظام تہذیب و تمدن بنانا ہے، جس میں زندگی کے جملہ مسائل کا جواب اصولاً یا تفصیلاً موجود ہو اور ہدایت و رہنمائی حاصل کرنے کے لیے کسی حال میں اس سے باہر جانے کی ضرورت نہ پیش آئے، نعمت تمام کرنے سے مراد ہدایت کی تکمیل کر دینا ہے، اور اسلام کو دین کی حیثیت سے قبول کر لینے کا مطلب یہ ہے کہ تم نے میری اطاعت و بندگی کرنے کا جو اقرار کیا تھا، اس کو چوں کہ تم اپنی سعی و عمل سے سچا اور مخلصانہ ثابت کر چکے ہو، اس لیے میں نے اسے درجۂ قبولیت عطا فرمایا ہے اور تمہیں عملاً اس حالت کو پہنچا دیا ہے کہ اب فی الواقع میرے سوا کسی کی اطاعت و بندگی کا جوا تمہاری گردنوں پر باقی نہیں رہا، اب جس طرح اعتقاد میں تم میرے مسلم ہو، اسی طرح عملی زندگی میں بھی میرے سوا کسی اور کے مسلم بن کر رہنے کے لیے کوئی مجبوری تمہیں لاحق نہیں رہی ہے۔“ (۱۲۱)

چوں کہ اسلام کے مکمل نظام حیات ہونے کا اعلان میدان عرفات میں ہوا، اس لیے نویں ذی الحجہ کو مقام عرفات میں حجاج کرام کا ”وقوف“ اسلام کو مکمل نظام حیات کی حیثیت سے قبول کر لینے کی یاد دلاتا ہے، یوم عرفہ اسلام میں بڑی اہمیت کا حامل ہے، اسی وجہ سے عرفہ کے دن انسان کا سب سے بڑا دشمن شیطان اپنے آپ کو سب سے زیادہ ذلیل اور حقیر سمجھتا ہے اور پریشان نظر آتا ہے، آج کے دن اللہ تعالیٰ کے نزول رحمت اور بڑے سے بڑے گنہگاروں کے گناہ معاف کر دینے کا منظر دیکھ کر کف افسوس ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار اور جاں نثار بندے اس کے دام فریب میں نہیں آسکتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”مارئی الشیطان یوما ھو فیه اصغر ولا ادحر ولا احقر ولا اغیظ منه فی یوم عرفة، وماذاك الا لما یری من تنزل الرحمة وتجاوز الله عن الذنوب العظام الا مارئی یوم بدر“۔ (۱۲۲)

ترجمہ : عرفہ کے دن سے زیادہ ذلیل، بے وقعت، حقیر اور پریشان شیطان کوکسی دن نہیں دیکھا گیا، وہ اس لیے کہ اس دن اللہ تعالیٰ کے نزول رحمت اور بڑے سے بڑے گناہ معاف کردیئے جانے اور درگزر کردیئے جانے کا منظر دیکھتا ہے، سوائے یوم بدر کے۔ (کہ اس روز بھی وہ بہت پریشان ہوا تھا)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال! مامن يوم اكثر من ان يعتق الله فيه عبدا من النار؟من يوم عرفة، وانه ليدنو ثم يباهي بهم الملائكة فيقول: ما اراد هؤلاء۔ رواہ مسلم ۔(۱۲۳)

ترجمہ : رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی دن ایسا نہیں، جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آگ سے آزاد کرتا ہے، جتنا عرفہ کے دن کرتا ہے، اس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے قریب ہوجاتا ہے، اور اپنے بندوں کا حال فرشتوں پر ظاہر کرکے فخر کرتا ہے اور (فرشتوں کو قائل کرنے کے لیے) کہتا ہے: یہ بندے یہاں کس ارادے سے حاضر ہوئے ہیں۔

عرفہ کے دن اللہ تعالیٰ کا لطف بے کراں اور رحمت بے حساب جوش میں آجاتی ہے اور وہ بڑے سے بڑے مجرم، خطا کار اور گنہ گاروں کو اپنی بے انتہا رحمت و مغفرت سے نواز کر ان کی جملہ خطاؤں کو معاف کردیتا ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"اعظم الناس دنبا من وقف بعرفة فظن ان الله لم يغفر له"۔ (۱۲۴)

ترجمہ : سب سے بڑا گناہ گار وہ ہے جو وقوف عرفہ کے بعد بھی یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت نہیں فرمائی۔

احناف کے نزدیک ۹/ذی الحجہ کو زوال آفتاب کے بعد سے وقوف عرفات کا وقت شروع ہوکر آفتاب کے غروب تک رہتا ہے، اس دوران میں کوئی حاجی چند لمحوں کے لیے بھی میدان عرفات کی حدود میں کسی جگہ بھی ٹھہر جائے، خواہ بیداری کی حالت میں یہ وقوف ہو، یا سونے کی حالت میں، یا بے ہوشی کی حالت میں، وقوف عرفات کا رکن ادا ہوجائے گا، بہ صورت دیگر اس کا حج ادا نہیں ہوگا، کیوں کہ حج کا "رکن اعظم" وقوف عرفات ہے اور یہ چھوٹ گیا، اس کو دوبارہ حج کرنا پڑے گا۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ (۸۰ھ-۱۵۰ھ) کے نزدیک عرفہ کے دن مسجد نمرہ میں امام الحج یا اس کے نائب کی اقتدا میں ظہر اور عصر کی نمازیں ایک ساتھ ظہر کے وقت میں ادا کرنا جائز ہے، مسجد نمرہ میں تقریباً تین لاکھ پچاس ہزار نمازیوں کی گنجائش ہے، ظاہر ہے جہاں پچاس لاکھ سے زیادہ حجاج کرام کا مجمع ہو، ان کے لیے ممکن نہیں کہ مسجد نمرہ میں امام الحج کی اقتدا میں جمع بین الصلاتین کرسکیں، اس لیے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خیموں میں رہنے والے حجاج اپنے اپنے خیموں کے اندر یا باہر حدودِ عرفات میں کسی بھی جگہ ظہر کے وقت میں ظہر کی نماز اور عصر کے وقت میں عصر کی نماز تنہا تنہا ادا کریں گے، اہل خیمہ کے لیے جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عرفات میں جمع بین الصلاتین کے لیے حسب ذیل شرائط ہیں:

(۱) حج کے احرام کی حالت میں ہونا۔

(۲) ظہر اور عصر کی نمازوں کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا۔

(۳) امام الحج یا اس کے نائب کے پیچھے نمازیں پڑھنا۔

(۴) عرفہ کے دن وقت عصر سے پہلے، زوال آفتاب کے بعد ظہر اور عصر کی نمازیں پڑھنا۔

(۵) ظہر کی نماز کو عصر کی نماز پر مقدم کرنا۔

(۶) عرفات کے دائرے اور حدود میں ہونا۔

مذکورہ شرائط میں سے اگر ایک شرط بھی نہیں پائی جائے تو عرفہ کے دن جمع بین الصلاتین جائز نہیں۔۔۔(۱۲۵)

صاحبین یعنی حضرت امام ابو یوسفؒ (۱۱۳ھ-۱۸۳ھ) اور حضرت امام محمد بن حسن شیبانیؒ (۱۳۲ھ-۱۸۹ھ) کے نزدیک درج بالا تمام چھ شرائط لازم نہیں، بلکہ درج ذیل چار شرطیں لازم ہیں:

(۱) حج کے احرام کی حالت میں ہونا۔

(۲) مکان یعنی عرفات کے میدان میں ہونا۔

(۳) زمان یعنی ظہر کا وقت ہونا۔

(۴) ظہر کی نماز کو عصر کی نماز پر مقدم کرنا۔

مذکورہ بالا شرطیں پائی جائیں تو صاحبین کے نزدیک جمع بین الصلاتین جماعت کے ساتھ جائز ہے۔۔۔(۱۲۶)

ناچیز کے خیمے کے حاجیوں نے بلکہ اکثر اہل خیمہ نے اپنے اپنے خیموں کے اندر صاحبینؒ کے مسلک پر عمل کرتے ہوئے ظہر اور عصر کی نمازیں ظہر کے وقت میں ادا کیں، اس طرح ہم سب جماعت کے ثواب سے محروم نہیں رہے اور وقوف عرفہ کے لیے زیادہ وقت مل گیا اور ہم نے دیر تک الحاح وزاری کے ساتھ دعائیں کیں۔

یہاں یہ بات ملحوظ رہنی چاہیے کہ نمرہ نامی پہاڑی کے پاس وادیٔ عرفہ میں جہاں حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے اپنا بے مثال اور حیات آفریں خطبہ دیا تھا اور نماز ادا فرمائی تھی، اسی وادی عرفہ میں دوسری صدی ہجری میں مسجد نمرہ کی تعمیر ہوئی، چوں کہ وادی نمرہ حدودِ عرفات میں نہیں ہے، اس لیے اس وقت مسجد نمرہ حدودِ عرفات میں نہیں تھی، لیکن بعد میں جب مسجد نمرہ کی توسیع ہوئی تو یہ مسجد دو حصوں میں منقسم ہوگئی، مسجد نمرہ کا اگلا حصہ وادیٔ عرفات سے باہر ہے اور یہ مسجد کا قدیمی حصہ ہے، مسجد کا پچھلا حصہ حدود عرفات کے اندر ہے، عرفات کی حدود واضح کرنے کے لیے مسجد میں بورڈ آویزاں کردیئے گئے ہیں، لہٰذا مسجد نمرہ کے اگلے حصے میں جو حجاج نماز ادا کریں، ان کے لیے لازم ہے کہ وہ کچھ دیر کے لیے مسجد کے پچھلے حصے میں چلے جائیں یا عرفات کی حدود میں کسی جگہ بھی کچھ دیر قیام کرلیں، تاکہ ان کے وقوف عرفات کا رکن ادا ہوجائے، جن حجاج نے پورا وقت

مسجد نمرہ کے اگلے حصے میں گزار دیا اور انہوں نے تھوڑی دیر کے لیے بھی حدودِ عرفات میں جا کر قیام نہیں کیا، ان کا وقوف عرفات کارکن ادا نہیں ہوا، اس لیے ان کا حج نہیں ہوا، ان کو دوبارہ حج کرنا پڑے گا۔(۱۲۷)

۔(جاری)

مآخذ اور حواشی :

(۱۱۴) ڈاکٹر محمد الیاس عبد الغنی تاریخ مکہ مکرمہ مطابع الرشید المدینۃ المنورۃ ص: ۱۱۳

(۱۱۵) حوالہ بالا ص: ۱۱۴، ۱۱۵۔

(۱۱۶) حوالہ بالا بحوالہ سنن ابوداؤد، کتاب المناسک، حدیث نمبر: ۱۹۵۷۔

(۱۱۷) حوالہ بالا بحوالہ مختار الصحاح خ ی ف، التاریخ التقویم، جلد ۵ ص: ۳۰۱-۳۰۸، قصۃ التوسعۃ الکبریٰ ص: ۵۵۔

(۱۱۸) حوالہ بالا ص: ۱۱۳۔

(۱۱۹) ابوعبد اللہ محمد بن عبد اللہ نیشاپوری، مستدرک حاکم، جلد: ۲، دار الفکر بیروت ص: ۲۵۔

(۱۲۰) حوالہ بالا ص: ۲۵۔

(۱۲۱) مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، تلخیص تفہیم القرآن، جلد اول، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز نئی دہلی ص: ۳۲۸۔

(۱۲۲) محمد بن عبد اللہ الخطیب التبریزی مشکوٰۃ المصابیح، الجزء الثانی، دار الفکر بیروت ص: ۹۲، حدیث نمبر: ۲۶۰۰۔

(۱۲۳) حوالہ بالا ص: ۹۱۔

(۱۲۴) مولانا عبد الماجد دریابادی، سفر حجاز، دار المصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ ص: ۲۵۵، ۲۵۶، حضرت مولانا محمد زکریا نے اس حدیث کا اردو ترجمہ فضائل حج میں اتحاف کے حوالے سے نقل کیا ہے، دیکھئے فضائل حج مطبوعہ نازیہ پرنٹرز پبلیشرز لال کنواں دہلی ص: ۵۷۴۔

(۱۲۵) مفتی شبیر احمد قاسمی انوار مناسک، مکتبہ صوت القرآن ص: ۴۲۲۔

(۱۲۶) حوالہ بالا ص: ۴۲۳۔

(۱۲۷) ڈاکٹر محمد الیاس عبد الغنی، تاریخ مکہ مکرمہ، مطابع الرشید، المدینۃ المنوۃ ص: ۱۲۹-۱۲۸۔

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

توجہ طلب

سہ ماہی مجلہ ’’المجیب‘‘ میں شائع ہونے والے مضامین میں حسب ضرورت تلخیص اور الفاظ وتراکیب کی تصحیح کرنی پڑتی ہے۔

اہل قلم حضرات کی خدمت میں مؤدبانہ گزارش ہے کہ وہ اِسے گوارہ فرمائیں۔ بصورت دیگر ہماری معذرت قبول فرمائیں۔(ادارہ)

قند پارسی

● حضرت مولانا حافظ شاہ شہاب الدین ثاقبؔ قادری پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ

بکشا چہرہ کہ تو ماہ تمام است مرا ❁ زلف بر رخ چہ کشی ظلمتِ شام است مرا
بے خودی در من و کیفم ز کدام ست مرا ❁ عکس یارست کہ در ساغر و جام است مرا
گر ترا ہستم و تو مقصد و کام ست مرا ❁ دولت نعمت کونین تمام است مرا
رخ بر افروز کہ تا باد نگہہ تازہ کنم ❁ چشم از فرش رہت از سرِ شام است مرا
تا تو رفتی ہمہ روز و شب من ہست بغم ❁ تا نہ بینم بہ تر ازیست حرام است مرا
جاں نثار تو کہ عمرم بولائے تو گذشت ❁ دل فدائے تو کہ یاد تو مدام است مرا
از کجا نکہتِ دلکش برسانید صبا ❁ بوئے آں پیرہن او بمشام است مرا
برساں از من مسکیں بجناب حضرت ❁ گر صبا لائق ارسال پیام است مرا
مرحبا دیدۂ مشتاق من آخر امروز ❁ جلوہ دہ آں قد دلجو سرِ بام است مرا
گرچہ خوبان جہاں دیدم ولیکن بقسم ❁ جز تو با غیر سروکار حرام است مرا
دل نہ افتد بطبیبان جہاں دوست کہ چوں ❁ قطرۂ شربت لعل تو بکام است مرا
شکر بر ربط و نگاہت ہمہ کارم بکشود ❁ نہ نسیم است و نہ پیکے نہ حمام است مرا
مصحف عارض خود بہرِ مرادم بکشود ❁ شکر اعجاز چہ خوش فال زنام است مرا

یک تحیۃ ز ارادت بتو از من برسد ❁ نازم ایں بس ز تو صد ردّ سلام است مرا
ساقیا زحمت آرایش میخانہ چرا ❁ گردش چشم تو بس جام بجام است مرا
در رہِ عشق بفیض اثر ہمت او ❁ حسن انجام بہر خطوۂ گام است مرا
چوں نباشد ہمہ دم بارش رحمت برم ❁ سایۂ دامن او ظل غمام است مرا
گفت او غم مخور اے بندہ من حلقہ بگوش ❁ بر غلامی تو چوں سکہ ز نام است مرا
لاف مہرش زدہ ام سحر وفسوں چوں بکنم ❁ کرم اوست خود آمادۂ رام است مرا
زلف وخال وخط وعارض ہمہ سامانِ خطر ❁ فتنہ بر فتنہ بریں دانہ و دام است مرا
او بہر خواب مرا گر شرف جلوہ دہد ❁ تا دم مرگ شب و روز منام است مرا
پیکر مظہر آں ذات وصفات است بدل ❁ با ادب دل کہ چہ خوش وجہ قیام است مرا
کارہائے دل مسکین من افتاد ہنوز ❁ حل صد عقدہ ز دست تو بکام است مرا
سازگاریست کہ زیر نگہ اوست دلم ❁ عکس در آئینہ ام آخر ز کدام است مرا
حب وعشق است کز و سوز وگداز است کہ دل ❁ انچہ می گوید از اں حسن کلام است مرا
نعمتی بود معین از سرِ مضمون غزل ❁ زاں نبات سخنم داد کلام است مرا
من از اں یافتہ ام چشمۂ نعمت ثاقبؔ ❁ کاں بہر کار معین ست و امام است مرا

کس چو پرسید ز او نسبت ثاقبؔ گفتا
از ازل بندۂ من ہست و غلام است مرا

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

نعت شریف

● پروفیسر منیر فاروقی دربھنگوی ؒ

میں گواہی دیتا ہوں کہ...

میری کچھ بھی تو حقیقت نہ تھی دم بھر پہلے
علم و عرفان بھی حاصل نہ تھے یکسر پہلے
ذرۂ راہگذر سے بھی تھا کم تر پہلے
اور ایسا بھی نہ جاگا تھا مقدر پہلے

رات کے پچھلے پہر بادِ بہاری اتری
مطلع نور سے خوشبو کی سواری اتری

وہی خوشبو کہ جو رحمت کا خزینہ ٹھہری
وہی خوشبو کہ جو جینے کا قرینہ ٹھہری
وہی خوشبو کہ جو قوموں کا سفینہ ٹھہری
وہی خوشبو کہ جو خوشبوئے مدینہ ٹھہری

اسی خوشبو کے غلاموں نے وہ آقائی کی
عظمتیں رشک کیا کرتی تھیں دارائی کی

وہی پوشیدہ مری سحر بیانی میں ہے
جس سے تخئیل کا دریا بھی روانی میں ہے
ایک تفصیل سی الفاظ و معانی میں ہے
اور ادراک بھی زعمِ ہمہ دانی میں ہے
اب تو اقلیم تخئیل پہ ہے قبضہ میرا
ہوں شہنشاہِ سخن کم نہیں رتبہ میرا

میرے قبضے میں ہے لفظوں کا خزانہ بھرپور
شوکتِ لفظ میں اعجاز بیانی مستور
نورِ گفتار سے محرابِ تخئیل پُرنور
اور مضمون کی جدت سے محل ہے معمور
استعاروں کی کنیزان، کنایوں کے غلام
باادب آکے پلاتے ہیں مجھے فکر کے جام

خازنِ فن سے کہو آج خزانہ کھولے
حسنِ ترکیب کے بدلے زرِ خالص تولے
کوئی احساس ہو محتاج تو موتی رولے
تہی دامن ہو اگر کوئی تو مجھ سے بولے
آج میں ہر روشِ عام کو ندرت دوں گا
اور جذبات کو الفاظ کے خلعت دوں گا

استعاروں کے افق سے وہ اٹھے ہیں بادل
مطلعِ فکر پہ طاری ہے مرا رنگِ غزل
اے مرے شاہدِ جذبات، مچل اور مچل
آج محرومیٔ نعمت کا ہے موقع نہ محل

صنعت رمز وکنایہ تگ و دو میں ہے
تخت طاؤس سخن میری قلمرو میں ہے

کیوں نہ ہو یہ بھی ترا فضل وکرم ہے یارب
نطق کو میرے جو بخشی گئی تاثیر عِنب
طائرِ فکر ترے لطف وعنایت کے سبب
آسماں گیر ہوا جاتا ہے بے کسب وطلب

مدحت سیدؐ لولاک رقم کرنی ہے
محفل نعت سے مجھے رشک ارم کرنی ہے

گرچہ اس راہ میں ایسے بھی مقام آئیں گے
کام لفظوں کے خزانے سے نہ چل پائیں گے
شوق ومستی کے تقاضے مجھے اکسائیں گے
جذبہ ہائے دلِ بے تاب بھی بڑھ جائیں گے

مرحلے سخت ہیں دشوار ہر اک منزل ہے
حدِّ آداب میں آشفتہ سری مشکل ہے

یہ وہ دربار مقدس ہے ادب والوں کا
رحمت عام کی بارش ہے جہاں صبح ومسا
جب گنہگار کوئی درد کا مارا پہنچا
اپنے دامن میں چھپا لیتی ہے سرکار عطا

آپ کے گھر سے نہ محروم کوئی لوٹا ہے
اے شہنشاہ امم! آپ کا در اعلیٰ ہے

یوں تو دنیا میں مشاہیر بہت سے آئے
اپنے افکار کی عظمت کے خزانے لائے
بام شہرت پہ پہنچ کے وہ جہاں پر چھائے
نام روشن ہیں کچھ ایسے کہ نہ دھندلا پائے

ان مشاہیر کے ناموں کو تو شہرت بخشی
ذکر محبوبؐ کو اللہ نے رفعت بخشی

چشم عالم نے عجب شان رسالتؐ دیکھی
قسمت عظمت آدم کی وجاہت دیکھی
جملہ فیضان الٰہی کی صداقت دیکھی
نظم کونین تھما، ایسی بھی ساعت دیکھی

فاصلہ و وقت کے قانون میں ترمیم ہوئی
شب اسرا کے مسافر کی وہ تعظیم ہوئی

قرب سدرہ جو حجابات نظر سے اٹھے
جھلملاتے ہوئے انوار حقیقت دیکھے
یہ وہ منزل تھی جہاں آپ اکیلے ہی بڑھے
بوئے گل شاخ سے رہتی بھی جدا تو کیسے

قاب قوسین کی منزل سے گزر کر پہنچے
کوئی پہنچا نہ جہاں شافع محشر پہنچے

خلق میں آپؐ کے ساون کی گھٹائیں جھومیں
گفتگو جب بھی کریں، چاند ستارے برسیں

لہجہ ولب سے گلابوں کے شگوفے چٹکیں
اور خاموش جو ہوں، پوس کی راتیں بھیگیں

چہرۂ پاکؐ پہ قرنوں کی شرافت رقصاں
قلب اطہرؐ میں تجلیٔ نبوت رقصاں

آپؐ کے در سے ابو بکرؓ صداقت لائے
صائب الرائے عمرؓ، شانِ جلالت لائے
فیض سرکارؐ سے عثمانؓ سخاوت لائے
اور علیؓ علم نبوت کی امانت لائے

اہل بیت آپؐ کے قرآن کی تفسیر ہوئے
سارے اصحابؓ نبیؐ دین کی تعبیر ہوئے

آپؐ کی شان تکلم پہ فصاحت قرباں
آپؐ کے طرز تخاطب پہ بلاغت قرباں
آپؐ کے ذہن کی جودت پہ فراست قرباں
رمز الفاظ و معانی پہ خطابت قرباں

آپؐ سے بڑھ کے کوئی دہر میں افضل نہ ہوا
مختصر یہ کہ کوئی افصح و اکمل نہ ہوا

معنیٔ آیتِ قرآں ہیں رسولِ عربیؐ
مرکز رحمت یزداں ہیں رسول عربیؐ
باعث نقطۂ ایماں ہیں رسول عربیؐ
جان و دل آپ پہ قرباں ہیں رسول عربیؐ

آپؐ کے در کا بھکاری ہوں زیارت بخشیں
اک گنہگار کو رویت کی سعادت بخشیں

نازشِ محفلِ کونین! شہنشاہِ امم
آپ کے فیض کا احسان ہے عالَم عالَم
وحیٔ صادق کے سبب آپؐ بشر میں اکرم
قوت کل ہے خدا، آپ وزیرِ اعظم

آپؐ کے دست عنایت کے گدا ہیں ہم سب
یعنی سرکارؐ کے محتاج دعا ہیں ہم سب

فکرِ عقبیٰ بھی ہے بیکار مدینے کے بغیر
شوقِ تقویٰ بھی ہے آزار مدینے کے بغیر
مغفرت بھی تو ہے دشوار مدینے کے بغیر
کشتی لگتی ہی نہیں پار مدینے کے بغیر

جس کو سرکارؐ بلائیں وہ نوازا جائے
ارضِ طیبہ سے عنایات کا تحفا لائے

✵ ✵ ✵ ✵ ✵ ✵ ✵ ✵ ✵ ✵

برائے مضمون نگار حضرات

- مجلہ ''المجیب'' کیلئے جو بھی مضامین ارسال کریں وہ خالص المجیب کے لئے ہو تا کہ مجلے کا معیار برقرار رہ سکے۔
- مضامین کمپوز کرا کر ارسال کریں۔
- مضمون کے پہلے یا آخری صفحہ پر اپنا پورا نام و پتہ ضرور لکھیں۔
- مضامین بھیجتے وقت اس کی نقل اپنے پاس رکھیں۔ مضامین گم ہونے کی صورت میں ادارے پر اس کی ذمہ داری عائد نہیں ہوگی۔

سرکولیشن منیجر

نعت پاک

● وارث ریاضی—— کاشانۂ ادب، سکٹا (دیوراج)، ڈاک خانہ بسوریا، مغربی چمپارن

محمدؐ کی رسالت پر جسے کامل یقیں ہوگا ❁ وہی انسان، محبوب شہِ دنیا و دیں ہوگا
دل و جاں سے رسول اللہ کی جس نے اطاعت کی ❁ وہ جنت میں حبیب کبریا کا ہم نشیں ہوگا
جو شیدائے نبوت ہے، وہی اللہ والا ہے ❁ وہی اللہ والا داخل خلد بریں ہوگا
رہے گا جو نبی کی راہِ حق میں گامزن ہر دم ❁ کبھی دنیا میں وہ رسوا نہ عقبیٰ میں حزیں ہوگا
کھلائے گا وہی امن و امان کے پھول دنیا میں ❁ جو گل زارِ نبوت کا مسلسل خوشہ چیں ہوگا
یہ دنیا ان کی تعلیمات پر دیکھے عمل کرکے ❁ کہ درس آگہی ان کا اخوت آفریں ہوگا
شفاعت کا علم جب حشر میں آقاؐ اٹھائیں گے ❁ تو وہ منظر بہت ہی کیف آگیں، دل نشیں ہوگا
جزا کے دن الٰہی! تیرے لطفِ نہایت سے ❁ ترے بندوں پہ احسانِ شفیع المذنبیں ہوگا
خدا کے آخری پیغام بر وہ ہادیِ اکرمؐ ❁ کہ ان کے بعد دنیا میں نبی کوئی نہیں ہوگا

سرِ محشر بہ صد حسرت، حضورِ شافعِ محشر
طلب گارِ شفاعت، وارثؔ اندوہ گیں ہوگا

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

کوائف وحالات

● ادارہ

راز و نیاز بلبل و گل ہم سے پوچھئے ❖ نرگس کی آنکھ بن کے رہے ہیں چمن میں ہم

کچھ اپنی.................................کچھ دوسروں کی

حضرت مولانا سید شاہ ہلال احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کا وصال اور تعزیتی جلسہ :

خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف کے قابل فخر فرزند اور صوبہ بہار کے ممتاز عالم دین اور نامور مصنف و محقق حضرت مولانا شاہ ہلال احمد قادری نے اس دنیائے فانی سے رحلت کی۔حضرتؒ نے ترسٹھ سال کی عمر پائی۔آپ حضرت مولانا شاہ قمر الدین قادری قدس سرہ کے نواسے اور حضرت مولانا شاہ نظام الدین قادری قدس سرہ کے پوتے تھے۔خانقاہ مجیبیہ کے موجودہ سجادہ نشیں حضرت مولانا شاہ محمد آیت اللہ قادری کے خسر معظم تھے اور سرپرست تھے۔ذی قعدہ ۱۴۴۱ھ کے آخر سے آپ کی علالت شروع ہوئی اور گھر پر ہی علاج ہوتا رہا مگر مرض میں برابر اضافہ ہوتا رہا۔

۱۰/ذی الحجہ کو شام میں ایک ہوسپٹل میں ایڈمیٹ کئے گئے۔دو روز کے بعد طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو پٹنہ ایمس میں ایڈمیٹ ہوئے۔مگر علالت کا سلسلہ بڑھتا گیا۔آخر ایک مہینہ کے بعد ۱۱/محرم ۱۴۴۲ھ کو خانقاہ اور اہل طریقت کو غم واندوہ میں مبتلا چھوڑ کر جان جان آفریں کے سپرد کردی۔آپ کی رحلت سے خانقاہ رنج وغم میں ڈوب گئی۔اسی روز رات میں جنازہ خانقاہ لایا گیا اور شرعی طور سے غسل وتکفین کے بعد رات میں ہی نماز جنازہ ہوئی اور خانقاہ کے قبرستان باغ مجیبی میں اپنے بزرگوں کے پہلو میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔چوتھے روز فاتحہ چہارم ہوا۔۱۵/صفر کو فاتحہ چہلم ہوا جس میں کافی مجمع جمع ہوگیا۔دور دور سے متعلقین ومخلصین آئے۔دیگر خانقاہوں کے ذمہ دار حضرات بھی تشریف لائے۔

اسی روز بعد نماز مغرب تا عشاء حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں ایک تعزیتی جلسہ منعقد ہوا،جس کی سرپرستی خانقاہ مجیبیہ کے

زیب سجادہ جناب حضور حضرت الحاج مولانا سید شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی اور صدارت مولانا سید شاہ بدر احمد مجیبی مدظلہ العالی خانقاہ مجیبیہ نے فرمائی، اس تعزیتی جلسے کی نظامت کے فرائض مولانا محمد سجاد حسین قادری نے انجام دیے۔ جلسے میں متعدد علما و مشائخ اور دانشوران صوبہ و بیرون صوبہ سے شریک اجلاس ہوئے اور حضرت علیہ الرحمۃ سے اپنے اپنے دیرینہ مراسم و تعلقات کے بارے میں اظہار خیالات فرمایا۔

سب سے پہلے تلاوت، نعت و منقبت کے بعد جناب حضور مدظلہ العالی کا مقالہ صاحب زادہ گرامی سید محمد یمین اللہ قادری نے پیش کیا، انھوں نے اپنے والد گرامی کا مقالہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ حضرت مولانا الحاج سید شاہ ہلال احمد قادری علیہ الرحمۃ و الرضوان کی شخصیت اور علمی و عرفانی وجاہت مسلّم اور اظہر ہے۔ آپ نے اپنی تریسٹھ سالہ حیات میں علم و عرفان، سلوک و تصوف، درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کی جو بیش بہا خدمات انجام دی ہیں وہ سب پر عیاں ہیں۔ آپ کی ذات میں ایک بہترین مرشد، ایک متبحر عالم، ایک مشفق استاد، ایک مستند محقق، ایک معتبر مصنف اور ایک بے مثال مقرر کے تشخّص کا حسین امتزاج تھا۔ اس کے ساتھ ہی اپنے آباء و اجداد کی طرح حب نبوی ﷺ کی دولت بے بہا سے آپ کو حصۂ وافرہ ملا تھا مختلف فنون مثلاً تاریخ، سیرت، انساب اور فقہ و حدیث میں آپ نے متعدد گراں قدر اور پر ارزش تصنیفات اور گراں بہا اور نفیس تحقیقی و علمی مقالات اپنی یادگار چھوڑے ہیں اس کے علاوہ شعر گوئی و سخن سنجی میں بھی آپ کو ملکۂ خداداد حاصل تھا۔

حضرت مولانا شاہ ہلال احمد قادری علیہ الرحمہ کے منجھلے خویش محترم جناب شاہ مبشر حسنین عثمانی صاحب نے اپنے برادر مکرم صاحب سجادہ خانقاہ مجیبیہ فردوسیہ سملہ جناب شاہ تسنیم عثمانی فردوسی صاحب مدظلہ العالی کا تعزیتی پیغام پڑھ کر سنایا، اس پیغام میں انہوں نے کہا کہ حضرت کی ذات والاصفات محتاج تعارف نہیں انھوں نے علمی و فکری اعتبار سے نئی نسل کو ہی نہیں اپنی نسل کے افراد کو بھی متاثر کیا ہے۔ ان کی علمی و فکری خدمات اور اخلاق و محبت ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ مجھے لگتا ہے کہ اب بھی اور ہمیشہ ہمیں ان کی ضرورت کا احساس ہوتا رہے گا۔ خانقاہ مجیبیہ فردوسیہ، سملہ سے ان کے تعلقات و مراسم ہمیشہ خوش گوار اور مضبوط و مستحکم رہے۔

دہلی یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ کے پروفیسر اور خانقاہ کریمیہ، سلون شریف یوپی کے نمائندہ پروفیسر سید شاہ ظہیر حسین جعفری نے کہا کہ حضرت مولانا سید شاہ ہلال احمد قادری اس دور کے معتبر علما اور دانش وران میں سے تھے۔ ان کی تصنیفات اعتبار کی نگاہوں سے دیکھی جاتی ہیں۔ اس خانقاہ میں پہلے بھی میری آمد ہو چکی ہے۔ اس وقت شاہ صاحب بقید حیات تھے۔ مجھے ان کی ضیافت کا شرف حاصل رہا ہے۔ خانقاہوں اور خاندانوں سے ان کے تعلقات ہمیشہ خوش گوار رہے۔ متعدد بار مجھے ان سے شرف نیاز حاصل ہوا اور میں ہمیشہ ان سے متاثر ہوا۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے مرکز تحقیقات فارسی کے ڈائرکٹر پروفیسر سید محمد اسد علی خورشید مجیبی نے کہا کہ میں نے انھیں سفر و حضر میں دیکھا اور ان کے ساتھ رہا۔ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، کربلا، نجف اشرف اور بلاد عرب کے دیگر مقدس شہروں میں ان کی

ہم سفری رہی، میں نے ہمیشہ دیکھا کہ ہر اہم مقام پر ان کے اندر ایک کیفیت طاری ہوتی تھی ۔وہ گریہ کرتے تھے ۔روضہ نبوی میں ان کے ساتھ سلام بھی میں نے پیش کیا ہے ۔گریہ کے دوران ان کی جو حالت ہوتی تھی وہ ناقابل بیان ہے ۔تصنیفی وتالیفی سلسلے میں اپنے چھوٹوں سے بھی مشوروں سے دریغ نہیں کرتے تھے اور چھوٹوں کے مشوروں کو لائق اعتنا سمجھتے تھے ۔

انتظامیہ کمیٹی درگاہ مخدوم اشرف سمنانی، کچھوچھہ شریف کے سکریٹری سید شاہ خلیق اشرف اشرفی جیلانی نے اپنے تعزیتی پیغام میں کہا کہ حضرت شاہ ہلال احمد قادری کی وفات ہم سب کا خسارہ ہے ۔ان کی یادیں ہمیں ہمیشہ ستاتی رہیں گی ۔ان کے حسن اخلاق سے ہم سب متاثر ہیں ۔ان کے جیسا حامل اخلاق خانقاہوں میں خال خال ہی ملے گا ۔

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدی، پٹنہ کے پرنسپل حضرت مولانا سید شاہ مشہود احمد قادری نے کہا کہ مولانا شاہ ہلال احمد قادری اپنے اسلاف کے نقش قدم پر تھے ۔بزرگوں کی وراثت کے امین تھے ۔پیر ومرشد، جد مکرم اور عم مکرم وخال مکرم رحمہم اللہ کی تعلیمات کا ان پر بھرپور اثر تھا ۔صلاحیت وصالحیت کی بنا پر اپنے عہد میں خانقاہ مجیبیہ کے لیے نیر تاباں بن کر چمکے ۔ایک زمانہ ان کی علمی وجاہت وروحانیت سے مستفیض ہو رہا تھا ۔اللہ رب العزت ان کے حسنات کو قبول فرماتے ہوئے اجر عظیم عطا کرے ۔

دہلی یونیورسٹی کے ریسرچ اسکالر سید شاہ نورین علی حق نے کہا کہ حضرت سید شاہ ہلال احمد قادری کی وفات صرف خانقاہ مجیبیہ کا خسارہ نہیں، ہندوستانی خانقاہیت کا خسارہ ہے، تصوف کا خسارہ ہے ۔حضرت انتہائی معتدل ومتوازن شخصیت کے مالک تھے ۔ان کی ہر تحریر میں تحقیقی روش کا غلبہ ہوتا تھا ۔سفرناموں میں لوگ شستہ اور شگفتہ اسلوب کو اہمیت دیتے ہیں ۔لیکن شاہ صاحب کے سفرنامے بھی اس بات کے گواہ ہیں کہ شگفتگی کے ساتھ انھیں تحقیقی روش انتہائی عزیز تھی ۔اکیسویں صدی کی خانقاہی نسل کو انھیں اپنا نمونہ بنانا چاہیے ۔ایسی شخصیات ہر روز پیدا نہیں ہوتیں ۔انھیں اصل خراج عقیدت یہ ہوگی کہ نئی نسل ان کی ہر تحریر کو پڑھے اور ان سے نظریاتی اور عملی سطح پر سیکھے ۔

حضرت مولانا منہاج الدین مجیبی، خانقاہ مجیبیہ نے اپنے مقالے میں کہا کہ اللہ نے حضرت علیہ الرحمہ کو مختصر زندگی دے کر دنیا میں بھیجا، مگر آپ نے اسی قلیل عمر میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے، جو رہتی دنیا تک نگاہ رشک سے دیکھے جائیں گے، آپ کی زندگی کے تمام کام، خواہ ان کا تعلق علم وادب سے ہو، یا دین ومذہب سے، خواہ قومی وملی ہو، یا سماجی ومعاشرتی، قابل صد رشک ہیں، تحریر وتقریر اور تصنیف وتحقیق میں آپ کو امتیازی مقام حاصل تھا، آپ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ اشاعت دین اور اس کی نصرت وحمایت میں لگایا ۔

مولانا سید محمد فصیح الدین عاصم قادری، خانقاہ مجیبیہ نے اپنے مقالے میں کہا کہ مولانا محترم خانقاہ مجیبیہ کے فعال نمائندہ تھے ۔اپنی علمی لیاقت اور قائدانہ صلاحیت کی بنیاد پر انھوں نے اس خانقاہ کی بہترین نمائندگی فرمائی ہے ۔ان کے قلم کی سیاہی شوقیہ صرف نہیں ہوتی تھی بلکہ وہ خانقاہی ضرورت کے لیے مخصوص تھی ۔موجودہ وقت میں جب جب خانقاہ مجیبیہ کو ایک علمی وعرفانی تحریر یا خانقاہ کی

طرف سے کسی زبردست دفاعی تحریر کی ضرورت پیش آئی۔حضرت سید شاہ ہلال احمد قادری کے قلم کی سیاہی اور ان کی فکری توانائیاں ان ضرورتوں کو پورا کرنے میں ہمیشہ صرف ہوئیں۔

مولانا سید شاہ بدر احمد مجیبی، خانقاہ مجیبیہ نے اپنے صدارتی خطبہ میں فرمایا کہ آج ہم صالحین میں سے ایک ہستی برادر گرامی قدر اور فخر اہل تصوف و معرفت حضرت مولانا شاہ ہلال احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات پر تعزیت کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ ان کی خوبیاں، ان کے حسنات، ان کی علمی و تحقیقی خدمات، ان کی تصوف وسلوک سے متعلق خدمات، ان کے حسن اخلاق و حسن معاملات، الغرض ان کے تمام اوصاف و کمالات ہمارے پیش نظر ہیں۔ انہوں نے سلسلہ مجیبیہ کے لئے خصوصی طور سے اور تمام خانقاہوں اور اہل تصوف کے لئے عمومی اعتبار سے جو کام کئے ہیں وہ ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔ چند سال پہلے رسالہ معارف اعظم گڑھ میں تصوف کے کسی شدید مخالف کا مضمون تصوف کی تنقید و تنقیص پر شائع ہوا تھا تو وہ بے چین ہو گئے تھے۔کسی نے اس کا جواب نہیں لکھا تو خود انہوں نے ایک تفصیلی مضمون تصوف کی حقیقت اور اس پر اعتراضات کے جواب میں تحریر کیا، جو معارف میں شائع ہوا اور اہل علم میں بہت پسند کیا گیا۔آخر میں عشاء کی نماز سے قبل دعاء کے بعد جلسۂ تعزیت کا اختتام ہوا۔

جناب مولانا شاہ امین عثمانی صاحب :

۲ر ستمبر ۲۰۲۰ء مطابق ۱۳ر محرم الحرام ۱۴۴۲ھ کو جناب مولانا شاہ امین عثمانی صاحب نے داعی اجل کو لبیک کہا۔مولانا کا تعلق سملہ ضلع گیا (اب ضلع اورنگ آباد) کے مشہور عثمانی خانوادہ سے تھا اور سملہ کی خانقاہ مجیبیہ فردوسیہ کے ایک اہم فرد تھے۔ان کے والد محترم جناب شاہ محمد عیسیٰ عثمانی صاحبؒ اپنے وقت کی مشہور شخصیت تھے۔مولانا کی تعلیم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں ہوئی۔ فضیلت کے بعد انہوں نے جامعہ ملیہ میں داخلہ لے لیا۔وہاں سے فراغت کے بعد علمی کاموں مصروف ہو گئے۔اسلامک فقہ اکیڈمی ہند سے وابستگی کے بعد ان کی علمی سرگرمیاں مزید تیز ہو گئیں۔وہ اس وقت فقہ اکیڈمی کے منتظم تھے۔اس کے تمام سیمینار اور ورکشاپ کی ذمہ داری ان کے ذمہ تھی۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا۔ان کی نگاہ بہت وسیع تھی۔عالم اسلام پر ان کا خاص مطالعہ تھا۔خصوصاً مسجد اقصیٰ کے مسائل سے وہ گہری واقفیت رکھتے تھے اور مسلمانوں کو اس کی طرف متوجہ کرتے رہتے تھے۔

علماء واہل افتاء کے ساتھ اہل تصوف اور خانقاہ والوں سے بھی ان کے گہرے روابط تھے۔خانوادہ مجیبیہ سے ان کی قریبی رشتہ داری تھی۔حضرت مولانا شاہ ہلال احمد قادری علیہ الرحمہ کے رشتہ میں ماموں ہوتے تھے۔ان کی علالت کے زمانے میں روزانہ ہی فون سے ان کی خیریت معلوم کرتے تھے۔کیا پتہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی رفاقت مقدر فرمادی تھی۔ان کی وفات کے تین روز کے بعد ہی ان سے جاملے۔

وبائی مرض میں مبتلاء ہو کر دہلی کے مجیدیہ ہوسپٹل میں ایڈمیٹ رہے اور ایک ہفتہ کے اندر ہی وہیں تقریباً ستر سال کی عمر

میں وفات پائی۔ اللہ تعالی مغفرت فرمائے اور اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ پس ماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین۔ ادارہ المجیب اور خانقاہ مجیبیہ ان کے غم میں شریک ہے۔

جناب مولانا خواجہ عبد الباری مجیبی :

جناب مولانا خواجہ عبد الباری مجیبی سابق پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شمس الہدی پٹنہ نے بھی رحلت کی۔ ان کا خانقاہ مجیبیہ کے بزرگوں سے خاص تعلق تھا۔ تعلیم مدرسہ شمس الہدی پٹنہ کے اساتذہ سے حاصل کی۔ وہاں سے فراغت کے بعد دورہ حدیث کے لئے دار العلوم مجیبیہ میں داخلہ لیا اور یہاں کے بزرگوں سے استفادہ کیا۔ حضرت مولانا شاہ عون احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ سے صحیحین پڑھی۔ حضرت مولانا شاہ ہلال احمد قادری علیہ الرحمہ کے رفیق درس تھے۔ فراغت کے بعد مدرسہ اسلامیہ شمس الہدی میں بحیثیت مدرس مقرر ہو گئے۔ ایک طویل عرصہ تک اس خدمت کو انجام دیا۔ آخر میں پرنسپل کے عہدہ پر فائز ہوئے، چھ سال قبل ریٹائرڈ ہو گئے تھے۔

حضرت مولانا شاہ محمد امان اللہ قادری قدس سرہ سے بیعت کی سعادت حاصل تھی۔ ریٹائرمنٹ کے بعد پھلواری شریف میں ہی مکان بنالیا تھا اور یہیں مقیم ہو گئے تھے۔ خانقاہ مجیبیہ میں ان کی برابر حاضری ہوتی تھی۔ سہ ماہی المجیب کی مجلس ادارت میں بھی شامل رہے۔ کچھ عرصہ سے علیل تھے۔ علاج ہو رہا تھا کہ وقت آخر یں آپہنچا اور ۲/اکتوبر ۲۰۲۰ء مطابق ۱۴/صفر المظفر ۱۴۴۲ھ کو وفات ہوئی۔ اللہ تعالی مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔ پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

ملک کے موجودہ حالات :

اس ملک میں ابھی جو حالات ہیں وہ انتہائی ناگفتہ بہ بن چکے ہیں۔ ایک تیس کروڑ کے آبادی والے اس ملک کا کوئی باشندہ چاہے وہ کسی مذہب وملت یا مکتبہ فکر کا ہو آج کے حالات سے مطمئن نہیں ہے۔ ہر شہری دکھ بھرا دن گذار کر رات میں بستر پر جاتا ہے کہ شاید رات اطمینان سے گذار سکے اور آنے والا دن اس کے لیے پرسکون ہو، لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ آج کا دن بے چین ہے، رات بے چین ہے اور آنے والا دن بے چین ہوگا، اس کا یقین ہوتا جارہا ہے۔ اس کی وجہ ہے ملک کے حالات۔ ایک انتہائی تنگ نظر فرقہ پرست اور ملک دشمن جماعت کے اقتدار میں آتے ہی بگڑے حالات کی ابتدا ہو گئی اور گذشتہ چھ سال کے عرصے میں یہ حالات انتہائی سنگین ہو چکے ہیں۔

جس چیز نے ملک کو سب سے زیادہ متحد رکھ کر ترقی کی راہ پر گامزن رکھا وہ جمہوریت اور سیکولرزم ہے اور اسی کے لیے بابائے قوم مہاتما گاندھی نے اپنی جان دے دی۔ ٹھیک اس کے برعکس موجودہ برسر اقتدار جماعت اور طبقہ ان چیزوں کا سخت مخالف اور پورے ملک پر صرف ہندو راج کا حامی ہے۔ یوں تو آر ایس ایس اپنی بنیاد کے زمانے ہی سے اس کوشش میں لگا ہے، لیکن اس کی کوششوں کو پَر اس وقت لگے، جب اس کے سیاسی ونگ بی جے پی کو اقتدار حاصل ہو گیا۔ پورے ملک میں ہندوتوا کا شور اور ان کے نفاذ کی کوششیں ہونے لگیں۔ سیکولرزم کا قلعہ منہدم ہوتا چلا گیا اور سیکولر جماعتیں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر یا تو بکھر گئیں یا اسی

ملک دشمن جماعت میں ضم ہوگئیں، جس کی مخالفت ہی ان کی بنیاد تھی۔اس طرح ملک میں دو بڑا اتحاد بنا ایک برسر اقتدار جماعت کا اور دوسرا حزب مخالف کا۔ برسر اقتدار طبقہ صرف ہندوتوا کا حامی اور اسی کے لیے کوشاں تھا اور ان کی سر پرست آر ایس ایس تھی، جب کہ حزب مخالف مختلف اصولوں، مختلف خیالوں اور مختلف نظریوں کا حامی تھا۔ صرف ایک چیز انہیں متحد کئے ہوئے تھی اور وہ تھی برسر اقتدار طبقے کی مخالفت۔ اس مخالفت کے طور طریقوں پر بھی ان کے اندر بڑی کھینچا تانی تھیں، جس کی وجہ سے وہ برائے نام ہی حزب اختلاف تھے، وہ برسر اقتدار جماعت کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔ بہار میں نتیش کمار کی اچھی پکڑ تھی، لوگوں پر ان کا اثر تھا، انہوں نے کام بھی بہت کئے، لیکن سب سے بڑی خامی ان کے اندر یہ ہے کہ وہ ہر حال میں اقتدار میں رہنا چاہتے ہیں، چاہے اس کے لیے کسی سے ہاتھ ملانا پڑے جس کا فائدہ ان کی ہمنوا جماعت اٹھا رہی ہے، ان کا چہرہ دکھا کر اور ان کے نام کا فائدہ اٹھا کر بی جے پی پورے بہار میں چھاتی چلی گئی اور آج اسی کا طوطی بول رہا ہے۔ ذات پات کا تفرقہ پورے بہار میں ہے، لیکن ہندوؤں کو ہندوتوا متحد رکھتی ہے، وہ لاکھ لڑیں جھگڑیں لیکن جب ہندوتوا کا سوال آتا ہے، وہ پورے طور سے متحد ہیں، جب کہ حزب اختلاف پر مسلمانوں کی حمایت کا الزام لگا کر اسے پورے طور سے بدنام کیا گیا ہے، بی جے پی نے تو پورے طور سے مسلمانوں کو درکنار کر دیا ہے، نہ ان کو ٹکٹ دیتی ہے، نہ ان کی پرواہ ہے، نہ ان کی حمایت چاہتی ہے، اب تو عالم یہ ہے کہ جو دو ایک مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے تھے اور ان کے نمائندہ بن کر بی جے پی میں تھے، وہ بھی ٹھکرا دیئے گئے ہیں، وہ در در کے ٹھوکر کھانے پر مجبور ہیں۔ آج تک کی ان کی بی جے پی کی غلامی کا صلہ مل چکا ہے، شاید وہ اس ذلت کو بھی برداشت کر لیں، کیوں کہ وہ ذلت کے خوگر بن چکے ہیں۔

آستانہ مجیبیہ پھلواری شریف کا عرس ربیع الاول شریف :

۱۱ر و ۱۲ر ربیع الاول کو حسبِ دستور قدیم سید الکائنات حضرت رسالت پناہ ﷺ کے عرس کی سب سے بڑی تقریب انجام پاتی ہے — جس میں ہندوستان کے تقریباً ہر صوبے کے لوگ شریک ہوتے ہیں۔

شب ۲ر ربیع الاول و روز ۲ر ربیع الاول کو قل و محفلِ سماع اور عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرس کا آغاز ہوتا ہے۔

(۱) پہلی ربیع الاول سے دس ربیع الاول تک روزانہ دس روز صبح کی نماز کے بعد تلاوت کلام پاک اور ایصال ثواب۔

(۲) ۱۰ر ربیع الاول کو بعد نماز عشاء بیان سیرت النبی ﷺ۔

(۳) ۱۱ر ربیع الاول کی آخر رات میں چار بجے قل و فاتحہ اور اس کے بعد مجلس سماع، پھر اپنے وقت پر نماز فجر باجماعت پورے اجتماعی نظم وضبط کے ساتھ۔ نماز کے بعد مجلس سماع گیارہ بجے دن تک۔

(۴) ۱۱ر ربیع الاول کو بعد نماز عشاء جلسۂ سیرت النبی ﷺ۔

(۵) ۱۲ر ربیع الاول کی آخر رات میں چار بجے قل و فاتحہ اور اس کے بعد مجلس سماع نماز فجر سے پہلے تک، پھر نماز فجر اپنے آداب وشرائط اور جماعت کے ساتھ۔ نماز کے بعد مجلس سماع بارہ بجے دن تک، بعدہٗ آخری قل و فاتحہ۔

(۶) ۱۲؍ربیع الاول کو نماز ظہر ڈھائی بجے بعدہٗ موئے مبارک نبی کریم ﷺ کی زیارت، تقریباً ڈیڑھ گھنٹے۔

عرس وزیارت کی تمام تقریبات حضرت صاحب سجادہٗ خانقاہ مدظلہ کی شرکت، نگرانی اور سرپرستی میں انجام پاتی ہیں۔

(۷) آثار شریف کی زیارت ختم ہونے کے بعد نماز عصر اور بعد نماز مجلس سماع مغرب سے پہلے تک —(اختتامی مجلس)

نوٹ : ۱۲؍ربیع الاول کی صبح کو ۷؍بجے سے ۱۰؍بجے تک خانقاہ کے زنانہ مکان میں مستورات کے لئے قدیم معمولات کے مطابق آثار شریف کی زیارت کا نظم کیا جاتا ہے۔

یہ معمولات ومراسم، بانی خانقاہ مجیبیہ حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ پیر محمد مجیب اللہ قادری قدس سرہٗ کے عہد پاک سے ہیں۔

۱۳؍ربیع الاول عرس شیخ المشائخ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی چشتی قدس سرہٗ— ۱۳؍دن گزار کر شب ۱۴؍کو قل و مجلس سماع ہوتی ہے۔

۲۷؍ربیع الاول عرس حضرت مصباح الطالبین مولانا سید شاہ علی حبیب نصر قادری پھلواروی قدس سرہٗ العزیز ۲۶؍دن گزار کر شب ۲۷؍وروز ۲۷؍کو قل ومجلس ہوتی ہے۔

معمولات خانقاہ بماہ ربیع الثانی :

۱۱؍ربیع الثانی عرس حضرت غوث الاعظم محبوب سبحانی قطب ربانی سید محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ— ۱۱؍کی شب میں اور ۱۱؍کے دن میں قل ومجلس سماع کا اہتمام ہوتا ہے اور بعد نماز ظہر زیارت موئے مبارک نبی کریم ﷺ ہوتی ہے، بعد زیارت موئے مبارک حضرت صاحب المقام الاویسیۃ النبویہ مولانا سید شاہ محمد وارث رسولنما قادری بنارسی قدس سرہٗ کا قل وفاتحہ اور مجلس کا اہتمام ہوتا ہے۔

خانقاہ مجیبیہ کے زیر اہتمام آستانہٗ حضرت وارث رسولنما بنارس میں ۱۳؍ربیع الثانی سے ۱۶؍ربیع الثانی تک عرس کا سلسلہ رہتا ہے۔

معمولات خانقاہ بماہ جمادی الاولیٰ :

۲۹؍جمادی الاولیٰ، اعراس حضرت محی الملۃ والدین امیر شریعت مولانا الحاج سید شاہ محمد محی الدین قادری پھلواروی قدس سرہٗ، حضرت امان المستجیرین عارف باللہ مولانا سید شاہ محمد امان اللہ قادری پھلواروی قدس سرہ وحضرت رضوان من اللہ رب العالمین عارف باللہ مولانا الحاج سید شاہ محمد رضوان اللہ قادری پھلواروی قدس سرہٗ، ۲۸؍دن گزار کر شب ۲۹؍وروز ۲۹؍کو قل ومجلس سماع ہوتی ہے۔

۲۹؍جمادی الاولیٰ اعراس حضرت شمس العارفین امیر شریعت مولانا سید شاہ محمد قمر الدین قادری پھلواروی قدس سرہٗ و حضرت استاذ العلماء امام المتقین مولانا سید شاہ محمد نظام الدین قادری پھلواروی قدس سرہٗ ۲۹؍کو بعد نماز عشاء قل ومجلس سماع ہوتی ہے۔

❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊

درگاہ حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ
پیر محمد مجیب اللہ قادری پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ

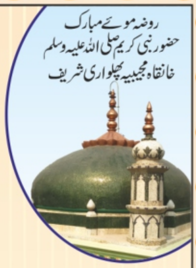

روضہ موئے مبارک
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف

یوم ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پرمسرت موقع پر ہماری طرف سے مبارکباد قبول فرمائیے

زیارت وعرس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عالم چہ شود ہم سرو ہمتائے محمد ✻ نور است ہمہ نور سراپائے محمد

حضرات! عظمت ومحبت رسول ﷺ، ایمان کی بنیاد ہے۔ خانقاہ مجیبیہ میں عشق وعظمت مصطفےٰ ﷺ کا سراج وہاج کئی صدیوں سے روشن ہے، نبی مکرم ﷺ کا عرس مبارک خانقاہ مجیبیہ کا سب سے مہتم بالشان اور بڑا عرس ہے۔ وہ ۱۲؍ربیع الاول کو پورے اہتمام واحترام کے ساتھ کئی صدیوں سے ہوتا چلا آرہا ہے۔ تقریبات عرس شریف نبوی کا ایک اہم حصہ موئے مبارک زلف نبوی کی زیارت ہے اور یہ غیر معمولی احترام وعظمت اور جذبۂ عشق ومحبت کے ساتھ کرائی جاتی ہے۔ اس عظیم الشان مجمع میں زیارت موئے مبارک کا منظر دلوں کو عقیدت ومحبت رسول ﷺ کے جذبوں سے معمور کر دیتا ہے۔

اس ایمان افروز اور روح پرور تقریب عرس سے اگر آپ فیضیاب ہو کر اپنے قلب کو عشق مصطفےٰ سے روشن کرنا چاہتے ہیں تو پروگرام عرس شریف یاد رکھیں۔ یوم ولادت نبوی ﷺ کے مبارک ومسعود موقع یہ روح پرور تقریب مسلمانوں کے لئے حصول فیض وبرکت کا سبب ہے۔

عرس نبوی ﷺ کے خاص معمولات

- ★ ۱۰؍ربیع الاول کو بعد نماز عشاء بیان سیرت النبی ﷺ۔
- ★ شب ۱۱؍ربیع الاول (آخر رات میں) چار بجے قل وفاتحہ اور اس کے بعد مجلس سماع، پھر اپنے وقت پر نماز فجر باجماعت پورے اجتماعی نظم وضبط کے ساتھ۔ نماز کے بعد مجلس سماع گیارہ بجے دن تک۔
- ★ ۱۱؍ربیع الاول کو بعد نماز عشاء جلسۂ سیرت النبی ﷺ۔
- ★ شب ۱۲؍ربیع الاول (آخر رات میں) چار بجے قل وفاتحہ اور اس کے بعد مجلس سماع نماز فجر سے پہلے تک، پھر نماز فجر اپنے آداب وشرائط اور جماعت کے ساتھ۔ نماز کے بعد مجلس سماع بارہ بجے دن تک، بعدۂ آخری قل وفاتحہ۔
- ★ ۱۲؍ربیع الاول کو نماز جمعہ ڈھائی بجے بعدۂ موئے مبارک نبی کریم ﷺ کی زیارت، تقریباً ڈیڑھ گھنٹے۔

عرس وزیارت کی تمام تقریبات حضرت صاحب سجادۂ خانقاہ مدظلہ کی شرکت، نگرانی اور سرپرستی میں انجام پاتی ہیں۔

- ★ آثار شریف کی زیارت ختم ہونے کے بعد نماز عصر اور بعد نماز مجلس سماع مغرب سے پہلے تک — (اختتامی مجلس)
- ★ ۱۲؍ربیع الاول کی صبح کو ۷؍بجے سے ۱۰؍بجے تک خانقاہ کے زنانہ مکان میں مستورات کے لئے قدیم معمولات کے مطابق آثار شریف کی زیارت کا نظم کیا جاتا ہے۔

یہ معمولات ومراسم، بانی خانقاہ مجیبیہ حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ پیر محمد مجیب اللہ قادری قدس سرہٗ کے عہد پاک سے ہیں۔

ISSN 2320-8600 The ALMOJIB Quarterly
Vol.No. :60 July, August & Sept. 2020 Sl.No. : 03
The only most widely circulated Urdu Quarterly of Bihar
Darul Esha'at Khanquah Mujeebia, Phulwari Sharif, Patna - 801505 Bihar (INDIA)
Ph. No. (0612) 2555572, Telefax : 2555305, Mob. No. +91-9006306098, E-mail : almujeebquarterly@gmail.com

المجیب کا خصوصی شمارہ

قارئین کرام!

جیسا کہ آپ کے علم میں ہے ۱۱؍محرم الحرام ۱۴۴۲ھ مطابق ۳۱؍اگست ۲۰۲۰ء کو عصر کے بعد عمدۃ المتوکلین حضرت علامہ ومولانا الحاج سید شاہ ہلال احمد قادری تغمدہ اللہ تعالی برحمتہ نے حیات مستعار کی مدت گذار کر وصال فرمایا۔

حضرت مولانا الحاج سید شاہ ہلال احمد قادری قدس سرہ ونور اللہ مرقدہ سے آپ کے دیرینہ مراسم کے پیش نظر التماس ہے کہ ان کی زندگی اور احوال وکوائف کے جو گوشے آپ کے ذہن وشعور میں یادوں یا مشاہدات کی صورت میں موجود ہوں ان پر یا ان کی علمی کاوشوں کی وقعت واہمیت پر ایک وقیع مضمون اپنے ادیبانہ قلم سے زینت قرطاس کر کے عنایت فرمائیں۔ آپ کا یہ قلمی تعاون حضرت موصوف طاب ثراہ کو ایک بہترین ہدیہ اور ان کی علمی وعرفانی خدمات کا بہترین اعتراف اور آنے والی نسلوں کے لئے ایک دستاویزی سرمایہ ہوگا۔

امید ہے آپ ہماری درخواست پر توجہ فرماتے ہوئے اپنی نگارشات عنایت فرما کر ممنون فرمائیں گے۔ آپ سے عرض ہے کہ ماہ دسمبر ۲۰۲۰ء کے اوائل تک اپنی گراں قدر تحریر ارسال فرمادیں۔ ادارہ آپ کا بے حد ممنون ہوگا۔

Published by **Mohd. Minhajuddin Mujeebi** on behalf of Darul Esha'at Khanquah Mujeebia,
Editor : Dr. Shah Fatahullah Quadri, Printed at Taj Offset Press, Daryapur, Patna-800004
and Published at Darul Esha'at Khanquah Mujeebia, Phulwari Sharif, Patna-801505, Bihar (INDIA)